خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

سوموار 13/ مارچ 2023ء | 20/ شعبان 1444 ہجری قمری | 13/ امان 1402 ہجری شمسی | جلد:5 | شمارہ:61

ارشادِ باری تعالیٰ

اِنَّ الَّذِيۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِيۡقِ ﴿۱۱﴾

(البروج:11)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جنہوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو فتنہ میں ڈالا پھر توبہ نہیں کی تو اُن کے لئے جہنّم کا عذاب ہے اور اُن کے لئے آگ کا عذاب (مقدر) ہے۔

فرمان خلیفۂ وقت

سورۃ البروج کی روشنی میں صداقتِ مسیح موعودؑ

احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی ایک ایسی دلیل ہے کہ اگر انصاف پسند مسلمان سورۃ البروج پر غور کریں تو احمدیوں پر ہونے والے ظلم اور خاص طور پر ایسے ظلموں کے بارے میں اپنے علماء، اپنے لیڈروں، اپنے سیاستدانوں، اپنی حکومتوں کے رویوں اور احمدیت کی مخالفت میں جو عمل یہ لوگ دکھاتے ہیں اور کرتے ہیں ان کی حقیقت کھل جائے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یقین کر لیں اور اس ظلم کا حصہ نہ بنیں جو ظالم لوگ یا ان کے چیلے احمدیوں پر کرتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کا کلام سمجھنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے ایک فرستادے کی ضرورت ہے۔ لیکن ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ اس کی بات تو یہ لوگ بالکل سننا نہیں چاہتے اور اس لئے ظلموں میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ان آیات کی مختصر وضاحت مَیں یہاں کر دیتا ہوں۔ جس برجوں والے آسمان کی یہاں قسم کھائی گئی ہے اس سے مراد آسمان کے بارہ برج ہیں، ستارے ہیں، سیارے ہیں جن کے بارے میں علم ہیئت والے بتاتے ہیں۔ یہاں تمثیلی رنگ میں ان روحانی برجوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا اسلام کی تاریخ سے اہم تعلق ہے اور اس سے مراد بارہ مجدّدین ہیں جو اسلام کے آسمان پر سورج غروب ہونے کے بعد اپنی روشنی دینے کے لئے چمکے یا کچھ عرصے کے لئے روشنی دیتے رہے۔ اس عرصے کے بارے میں احادیث بھی موجود ہیں اور پرانے علماء بھی صاد کرتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ بارہ صدیوں میں بارہ دفعہ اسلام کے تاریک زمانے یا روشنی کی کرنیں پھیلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو لوگ بھیجے انہیں تو مسلمان مانتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَالۡيَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ۔ کہ وہ دن جس کا وعدہ دیا جاتا ہے، اس کی قسم کھا کر جب تیرہویں صدی میں اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کے مطابق موعود مامور بھیجا تو انکار کرنے لگ گئے۔ پہلوں کے بارے میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنا بتایا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئیں گے (سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب ما یذکر فی قرن المائۃ حدیث نمبر 4291)۔۔۔

(خطبہ جمعہ یکم اگست 2014ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- حمد رب العلمین (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- اپنے وقت اور صحت کو خدمت دین میں لگانا چاہئے
- والد محترم محمد غضنفر چٹھہ مرحوم

فرمانِ رسولؐ

حضرت خَبابؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ ایک درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے اور آپؐ نے اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ ہمارے لیے دعا نہیں کریں گے اس قوم کے خلاف جن کی نسبت ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمیں ہمارے دین سے نہ پھیر دیں؟ تو آپؐ نے مجھ سے اپنا چہرہ تین مرتبہ پھیرا۔ چہرہ پرے کر لیا اور جب بھی میں آپؐ سے یہ عرض کرتا تو آپؐ اپنا منہ موڑ لیتے۔ تیسری دفعہ آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اے لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صبر کرو۔ خدا کی قسم! تم سے پہلے خدا کے ایسے مومن بندے گزرے ہیں جن کے سر پر آرا رکھ دیا جاتا اور انہیں دو ٹکڑے کر دیا جاتا مگر وہ اپنے دین سے پیچھے نہ ہٹے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تمہاری راہیں کھولنے والا اور تمہارے کام بنانے والا ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم جلد 3 صفحہ 431-432 کتاب معرفۃ الصحابۃ باب ذکر مناقب خَبّاب بن الارت حدیث 5643)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

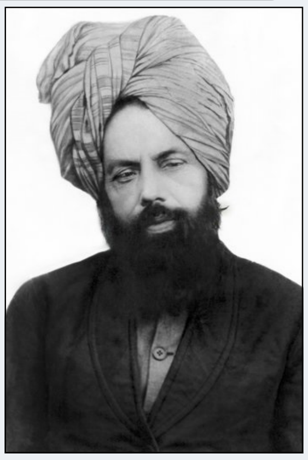

اللہ تعالیٰ مومن سے دوست کا واسطہ رکھتا ہے

- یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

- مصیبتوں کو بُرا نہیں ماننا چاہئے کیونکہ مصیبتوں کو برا سمجھنے والا مومن نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۵۶﴾ الَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۙ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ یہی تکالیف جب رسولوں پر آتی ہیں تو ان کو انعام کی خوشخبری دیتی ہیں اور جب یہی تکالیف بدوں پر آتی ہیں تو ان کو تباہ کر دیتی ہیں۔ غرض مصیبت کے وقت قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ پڑھنا چاہئے کہ تکالیف کے وقت خدا تعالیٰ کی رضا طلب کرے۔

جو نیک کام مومن کرتا ہے اس کے لئے اجر مقرر ہوتا ہے۔ مگر صبر ایک ایسی چیز ہے جس کا ثواب بے حد و بے شمار ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یہی لوگ صابر ہیں یہی لوگ ہیں جنہوں نے خدا کو سمجھ لیا۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کی زندگی کے دو حصّے کرتا ہے جو صبر کے معنی سمجھ لیتے ہیں۔ اوّل جب وہ دعا کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے جیسا کہ فرمایا اُدۡعُوۡنِىۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ (المؤمنون:61) اُجِيۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ:187)۔ دوم بعض دفعہ اللہ تعالیٰ مومن کی دعا کو بعض مصلحت کی وجہ سے قبول نہیں کرتا تو اس وقت مومن خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ تنزل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن سے دوست کا واسطہ رکھتا ہے۔ جیسا کہ دو دوست ہوں ان میں سے ایک دوسرے کی بات تو کبھی مانتا ہے اور کبھی اس سے منواتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس تعلق کی مثال ہے جو وہ مومن سے رکھتا ہے۔ کبھی وہ مومن کی دعا کو قبول کرتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اُدۡعُوۡنِىۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ (المؤمن:61) اور کبھی وہ مومن سے اپنی باتیں منوانی چاہتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ پس اس بات کو سمجھنا ایمانداری ہے کہ ایک طرف زور نہ دے۔

مومن کو مصیبت کے وقت میں غمگین نہیں ہونا چاہئے۔ وہ نبی سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ایک محبت کا سرچشمہ جاری ہو جاتا ہے۔ مومن کو کوئی مصیبت نہیں ہوتی جس سے اس کو ہزارہا قسم لذّت نہیں پہنچتی۔

(البدر 20/ مارچ 1903ء نمبر 9 جلد 2 صفحہ 67)

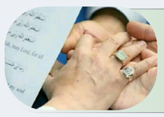

دربارِ خلافت

محمد عربیؐ کی عظمت کا اقرار کرنے والے مخالفین اسلام

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اس وقت مَیں ایسے ہی کچھ لوگوں کی تحریریں پیش کروں گا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متاثر ہو کر، آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپ کے بارے میں لکھا ہے۔ ان میں سے بعض مخالفین بھی تھے اور مخالفت میں بڑھے ہوئے تھے لیکن حقیقت لکھنے پر مجبور ہوئے۔

George sale ایک مصنف ہیں جنہوں نے انگریزی ترجمہ قرآن (The Koran) میں To the reader کے عنوان سے ایک باب لکھا ہے۔ یہ اسلام کے بارے میں کوئی ہمارے حق میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ایک مصنف سپین ہیمس (Spanhemius) ہے۔ وہ بھی اسلام کا کافی مخالف ہے۔ لیکن اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بعض باتیں کہی ہیں اور یہ اس کے بارہ میں لکھتا ہے کہ یہ تو نیک آدمی ہے۔ وہ نیک تو بہرحال نہیں ہے لیکن کم از کم انصاف لکھنے پر مجبور تھا۔ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے بارہ میں جو لکھا ہے یہ اُس کے حوالے سے لکھ رہے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ:

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامل طور پر فطری قابلیتوں سے آراستہ تھے، شکل میں نہایت خوبصورت، فہیم اور دُور رَس عقل والے۔ پسندیدہ و خوش اطوار۔ غرباء پرور، ہر ایک سے متواضع۔ دشمنوں کے مقابلہ میں صاحب استقلال وشجاعت۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ خدائے تعالیٰ کے نام کا نہایت ادب و احترام کرنے والے تھے۔ جھوٹی قسم کھانے والوں، زانیوں، سفّاکوں، جھوٹی تہمت لگانے والوں، فضول خرچی کرنے والوں، لالچیوں اور جھوٹی گواہی دینے والوں کے خلاف نہایت سخت تھے۔ بردباری، صدقہ وخیرات، رحم و کرم، شکرگزاری، والدین اور بزرگوں کی تعظیم کی نہایت تاکید کرنے والے اور خدا کی حمد و تعریف میں نہایت کثرت سے مشغول رہنے والے تھے“

(The Koran by George Sale,Gent,fifth edition,Philadelphia;J.B.Lippincott&Co1860,page iv-iiv)

اور یہ سب کچھ لکھنے کے باوجود وہ بعض جگہ جا کے آپ پر الزام تراشی بھی کرتا ہے۔

پھر ایک مصنف سٹینلے لین پول Stanley Lane-Poole ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے آبائی شہر مکہ میں جب فاتحانہ داخل ہوئے اور اہل مکہ آپ کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے تھے تو اُن سب کو معاف کر دیا۔ یہ ایسی فتح تھی اور ایسا پاکیزہ فاتحانہ داخلہ تھا جس کی مثال ساری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔

(The Speeches and Tablets of the Prophet Mohammad by Stanley Lane-poole,Macmillan and Co.1882,page xlvi-xlvii)

پھر The Outline of History کے مصنف ہیں پروفیسر ایچ جی ویلز (H.G.Wells)۔ یہ کہتے ہیں کہ ”پیغمبر اسلام کی صداقت کا یہی بڑا ثبوت ہے کہ جو آپ کو سب سے زیادہ جانتے تھے، وہی آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ ... حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگز جھوٹے مدعی نہ تھے۔ ... اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام میں بڑی خوبیاں اور باعظمت صفات موجود ہیں۔ ... پیغمبر اسلام نے ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس میں ظلم اور سفاکی کا خاتمہ کیا گیا“

(The Outline of History by H.G.Wells,part II)

پھر ڈی لیسی اولیرے (De Lacy O'Leary) اپنی کتاب اسلام ایٹ دی کراس روڈز (Islam at the Cross roads) میں لکھتا ہے کہ:

”تاریخ نے اس بات کو کھول کر رکھ دیا ہے کہ شدت پسند مسلمانوں کا دنیا پر فتح پالینا اور تلوار کی نوک پر مفتوحہ اقوام میں اسلام کو نافذ کر دینا تاریخ دانوں کے بیان کردہ قصوں میں سے فضول ترین اور عجیب ترین قصہ ہے“

(Islam at the Cross Roads by De Lacy O'Leary,London1923p.8)

(خطبہ جمعہ 5/ اکتوبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حمد رب العٰلمین

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا

اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا

چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا

(سرمہ چشم آریہ صفحہ 4 مطبوعہ 1886ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 10/ مارچ 2023ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ قرآن شریف نے ایسا خدا پیش نہیں کیا جو ایسا ناقص صفات والا ہو کہ نہ وہ روحوں کا مالک ہے، نہ ذرات کا مالک ہے، نہ اُن کو نجات دے سکتا ہے، نہ کسی کی توبہ قبول کرسکتا ہے بلکہ ہم قرآن شریف کی روح سے اُس خدا کے بندے ہیں جو ہمارا خالق ہے، ہمارا مالک ہے، ہمارا رازق ہے، رحمٰن ہے، رحیم ہے، مالک یوم الدّین ہے، مؤمنوں کے واسطہ شکر کا مقام ہے کہ اُس نے ہمیں ایسی کتاب عطاء کی جو اُس کی صحیح صفات کو ظاہر کرتی ہے، یہ خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ نیز سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد پچھلے خطبات کے تسلسل میں قرآن کریم کے محاسن اور خوبیوں کا مزید تذکرہ فرمایا۔

کامل اور جامع کتاب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں: مَیں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف ایسی کامل اور جامع کتاب ہے کہ کوئی کتاب اِس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ آپؑ نے مثال دیتے ہوئے فرمایا: کیا وید میں کوئی ایسی شُرطی ہے جو ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ کا مقابلہ کرے، اگر زبانی اقرار کوئی چیز ہے یعنی اِس کے ثمرات اور نتائج کی حاجت نہیں تو پھر ساری دنیا کسی نہ کسی رنگ میں خدا تعالیٰ کا اقرار کرتی ہے اور بھگتی اور عبادت اور صدقہ اور خیرات کو بھی اچھا سمجھتی ہے اور کسی نہ کسی صورت میں اِن باتوں پر عمل بھی کرتی ہے۔ پھر ویدوں نے آ کر دنیا کو کیا بخشا؟ (یہ تب ہندوؤں کو جواب دے رہے تھے آپؑ) یا یہ ثابت کرو کہ جو قومیں وید کو نہیں مانتیں اُن میں نیکیاں بالکل مفقود ہیں یا کوئی اور امتیازی نشان بتاؤ۔

بالطبع روح تقاضا کی جانے والی ترقیوں کا وعدہ

قرآن شریف کو جہاں سے شروع کیا ہے اُن ترقیوں کا وعدہ کرلیا ہے جو بالطبع روح تقاضا کرتی ہے، چنانچہ سورۂ فاتحہ میں اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی تعلیم کی اور فرمایا کہ یہ تم دعاء کرو کہ اللہ ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت فرما (ہدایت فرمانے کی جب دعاء دی تو اِس کا مطلب وعدہ بھی کیا کہ مَیں صراط مستقیم پر چلاؤں گا)، وہ صراط مستقیم جو اُن لوگوں کی راہ ہے جن پر تیرے انعام و اکرام ہوئے۔ اِس دعاء کے ساتھ ہی سورۃ البقرہ کی پہلی ہی آیت میں یہ بشارت دے دی کہ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۖۛ فِیۡہِ ۚۛ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ (اگر ہدایت کی دعاء سکھائی تو اِس کے حصول کے لئے ایک لائحہ عمل بھی بتادیا کہ یہ کتاب ہے اِس پر عمل کرنے سے تمہیں متقیوں کو ہدایت ملے گی)، گویا روحیں دعاء کرتی ہیں اور ساتھ ہی قبولیت اپنا اثر دکھاتی ہے اور وہ وعدہ دعاء کی قبولیت کا قرآن مجید کے نزول کی صورت میں پورا ہوتا ہے۔ ایک طرف دعاء ہے اور دوسری طرف اِس کا نتیجہ موجود ہے، یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور کرم ہے جو اُس نے فرمایا مگر افسوس! دنیا اِس سے بے خبر اور غافل ہے اور اِس سے دُور رہ کر ہلاک ہو رہی ہے۔

خدا تعالیٰ کا خاص فضل اور کمال قرآن مجید

مَیں پھر کہتا ہوں کہ خدا نے جو ابتدائے قرآن مجید میں متقیوں کے صفات بیان فرمائے ہیں اُن کو معمولی صفات میں رکھا ہے لیکن جب انسان قرآن مجید پر ایمان لا کر اُسے اپنی ہدایت کے لئے دستور العمل بناتا ہے تو وہ ہدایت کے اُن اعلیٰ مدارج اور مراتب کو پا لیتا ہے جو ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ میں مقصود رکھے ہیں۔ قرآن شریف کی اِس علت غائی کے تصور سے ایسی لذت اور سرور آتا ہے کہ الفاظ میں ہم اِس کو بیان نہیں کر سکتے کیونکہ اِس سے خدا تعالیٰ کے خاص فضل اور قرآن مجید کے کمال کا پتا لگتا ہے۔

مگر افسوس ہے مسلمانوں کو اِس طرف توجہ ہی نہیں

وہ قرآن شریف پر تدبر ہی نہیں کرتے اور نہ اُن کے دل میں کچھ عظمت ہے ورنہ یہ تو ایسا فخر کا مقام ہے کہ اِس کی نظیر دوسروں میں ہے ہی نہیں۔ غرض اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ کی آیت دو پہلو رکھتی ہے۔ ایک یہ کہ تمہاری تطہیر کر چکا (پاک کر دیا تمہیں)، دوم کتاب مکمل کر چکا (مکمل شریعت تمہارے پر اتار دی)۔ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری جمعہ کا دن تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی یہودی نے کہا: اِس آیت کے نزول کے دن عید کر لیتے (ایسی کامل اور پُر اثر آیت ہے کہ اِس دن تو عید ہونی چاہئے تھی خوشی میں)، حضرت عمرؓ نے کہا کہ جمعہ عید ہی ہے۔ مگر بہت سے لوگ اِس عید سے بے خبر ہیں، میرے نزدیک یہ عید دوسری عیدوں سے افضل ہے (یعنی جمعہ پر بھی خاص انتظام و اہتمام ہونا چاہئے، صرف سال کے بعد عید پڑھنا نہیں)۔ اِسی عید کے لئے سورۂ جمعہ ہے اور اِسی کے لئے قصر نماز ہے اور جمعہ وہ ہے جس میں عصر کے وقت آدمؑ پیدا ہوئے اور یہ عید اِس زمانہ پر بھی دلالت کرتی ہے کہ پہلا انسان اِس عید کو پیدا ہوا، قرآن شریف کا خاتمہ اِسی پر ہوا۔

حُسن فصاحت و بلاغت قرآن شریف

قرآن حدیث پر قاضی ہے کے نفس مضمون پر روشنی ڈالنے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے بسلسلہ فصاحت و بلاغت قرآن شریف از فرمودات حضرت مسیح موعودؑ بیان کیا: فصاحت بلاغت میں اِس کا مقابلہ ناممکن ہے، مثلاً سورۂ فاتحہ کی موجودہ ترتیب چھوڑ کر کوئی اور ترتیب استعمال کرو تو وہ مطالب عالیہ اور مقاصد عظمٰی جو اِس ترتیب میں موجود ہیں ممکن نہیں کہ کسی دوسری ترتیب میں بیان ہوسکیں۔ کوئی سی سورت لے لو خواہ قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ہی کیوں نہ ہو جس قدر نرمی و ملاطفت کی رعایت کو ملحوظ رکھ کر اِس میں معارف اور حقائق ہیں وہ کوئی دوسرا بیان نہ کر سکے گا۔۔۔ یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے کہ اُس میں سارے الفاظ ایسے موتی کی طرح پروئے گئے ہیں اور اپنے مقام پر رکھے گئے ہیں کہ کوئی ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ نہیں رکھا جا سکتا اور کسی کو دوسرے لفظ سے بدلا نہیں جا سکتا لیکن اِس کے باوجود اِس کے قافیہ بندی اور فصاحت اور بلاغت کے تمام لوازمات موجود ہیں۔۔۔ قرآن شریف نے فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ (البقرہ:24) کا دعویٰ کیا ہے لیکن آج تک کسی سے ممکن نہیں ہوا کہ اِس کی مثل لا سکے۔ مزید برآں قرآن کریم کی خوبیوں اور قرآن کریم حقیقی خدا کو پیش کرتا ہے کے موضوعات پر ارشادات حضرت مسیح موعودؑ کی تناظر میں مفصل روشنی ڈالنے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا! آپؑ کے علم و معرفت، خصوصیات قرآن مجید اور مقام و مرتبہ کی باتیں اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ آئندہ بھی بیان ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن باتوں کے سمجھنے اور عمل کرنے اور قرآن شریف کو پڑھنے اور سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

ایک شہید اور چار مرحومین کا تذکرۂ خیر

حضور انور ایدہ اللہ نے خطبۂ ثانیہ سے قبل خاص طور پر بنگلہ دیش کے شہید کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا! گزشتہ جمعہ کو دوران جلسہ سالانہ بنگلہ دیش منعقدہ بمقام احمد نگر پنچو گڑھ ضلع بلوائیوں اور دہشت گردوں نے حملہ کیا، اُس فساد میں گیٹ اور احاطہ کا پہرہ دیتے ہوئے مخالفین کے حملوں کے نتیجہ میں 25 سالہ ہمارے ایک موصی بھائی، بچے زاہد حسن صاحب ولد ابوبکر صدیق صاحب شہادت پا گئے۔ مرحوم نے 2019ء میں بیعت کے دو ماہ بعد ہی وصیت کی درخواست جمع کروا دی تھی۔ قبول احمدیت کے بعد اپنے والدین کو تبلیغ کرنی شروع کر دی جس کے نتیجہ میں 2020ء میں اِن کے والدین نے بھی بیعت کرنے کی سعادت پائی، بیعت کے بعد باقاعدگی سے حضور انور ایدہ اللہ کو خط بھی لکھا کرتے تھے۔ مرحوم اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے اور غیر شادی شدہ تھے۔

اللہ ہی ہے جو اِن کو پکڑے اور اِن کی خاک اڑائے

حضور انور ایدہ اللہ نے بحوالہ شہید موصوف بے دردی اور سفاکی سے قتل کئے جانے نیز شناخت میں دو گھنٹہ کی تاخیر ارشاد فرمایا! یہ ہے اِن مسلمانوں کا حال، اللہ اور رسولؐ کے نام پر ظلم و بربریت کی انتہاء کی، آنحضرتؐ نے تو جنگوں میں بھی کافر دشمن کا مُثلہ کرنے سے منع فرمایا لیکن یہ لوگ اللہ اور رسولؐ کا نام لینے والوں کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں۔ اللہ ہی ہے جو اِن کو پکڑے اور اِن کی خاک اڑائے۔

آجکل دعاؤں پر بہت زیادہ زور دیں

بہرحال یہ شہید تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہمیشہ کی زندگی پا گئے، وہ ہمیشہ اِن سے خاص سلوک فرماتا رہے اور اِن ظالموں کی پکڑ کے بھی جلد سامان فرمائے۔ دشمن سمجھتا ہے کہ وہ افراد جماعت کو اِس طرح آزما کر اور سختیاں وارد کر کے اُن کے حوصلے پست کر دیں گے مگر یہ اِس کے بالکل الٹ ہے، وہاں سے بھی بعض خط مجھے آئے ہیں، بعض نوجوانوں نے بھی مجھے لکھا ہے کہ اگر مزید شہادتوں کی ضرورت ہے تو یہ دعاء کریں کہ ہم بھی اِن میں شامل ہو جائیں۔ پس ایسے لوگوں کا یہ کمینہ دشمن کیا بگاڑ سکتا ہے، بہرحال ہمیں دعاء کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ اِن کے شر سے ہمیں بچائے اور ہم پر رحم و فضل فرمائے۔

اللہ تعالیٰ سب سے رحم و فضل کا سلوک فرمائے

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ نے مؤرخہ 2/ فروری کو بعمر 57 سال وفات پانے والے مخلص احمدی کمال بداح صاحب/ الجزائر (کہا کرتے تھے کہ ہم جماعتی تاریخ لکھ رہے ہیں کیونکہ جو سختیاں آجکل ہو رہیں جماعت پر الجزائر میں اُس کی وجہ سے اور اب مرحوم خود بھی تاریخ کا حصہ بن گئے)، ضرورت مندوں کا خیال رکھنے والی ایک صاحب الرائے خاتون موصیہ ڈاکٹر شمیم ملک صاحبہ (زندگی میں ہی اِن کے اوپر پنجاب یونیورسٹی میں ایک مقالہ بھی لکھا گیا) حال مقیم کینیڈا اہلیہ مکرم مقصود احمد ملک صاحب (شہید دار الذکر لاہور/ 2010ء)، 26 سال کی عمر میں گزشتہ دنوں وفات پانے والے والدین کی اکلوتی اولاد، واقف نو عزیزم فرحاد احمد ولد ارشاد احمد امینی صاحب/ جرمنی اور کافی لمبا عرصہ بیمار رہنے کے بعد گزشتہ دنوں بعمر 72 سال وفات پانے والے چوہدری جاوید احمد بسمل صاحب حال مقیم کینیڈا (تحریک جدید کی زمینوں پر بطور مینیجر بڑا لمبا عرصہ اور اِسی طرح امیر ضلع عمر کوٹ بھی خدمت کی توفیق پائی۔۔۔ میرا بھی اِن سے پرانا تعلق تھا جو خوبیاں اِن کے بیٹے نے بیان کیں اور لوگوں نے بھی لکھی ہیں لیکن مَیں نے بھی دیکھا ہے کہ یہ واقع میں اِن خوبیوں کے مالک تھے) کا تفصیلی تذکرۂ خیر نیز بعد از نماز جمعۃ المبارک بشمول شہید اِن مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 17/ فروری 2023ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

’’قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام‘‘

’’تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہو گا‘‘

حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے جو علم اور عرفان عطا فرمایا تھا اس کا کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ آپؓ کا دیا ہوا لٹریچر ایک جماعتی خزانہ ہے۔ آپؓ کے خطابات، خطبات، مضامین اکثر شائع ہو چکے ہیں۔ کچھ ہو رہے ہیں۔ انہیں ہمیں پڑھنا چاہیے

اس بیٹے کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیے جانے، ذہین و فہیم ہونے اور دوسری خصوصیات کا حامل ہونے کے اپنے بھی اور غیر بھی معترف ہیں اور خوب جانتے ہیں اور اس کا اعتراف غیروں نے کھل کر کیا ہے

اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویہ ٔ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحرِ علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے (علامہ نیاز فتح پوری)

مرزا محمود کی تفسیر کے پایہ کی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی۔ آپ جدید تفسیریں بھی مصر و شام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے (اختر اورینوی)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۬ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

جیسا کہ ہر احمدی جانتا ہے کہ 20/ فروری کا دن جماعت میں

پیشگوئی مصلح موعود

کے حوالے سے یاد رکھا جاتا ہے اور اس مناسبت سے جماعتوں میں جلسے بھی ہوتے ہیں۔ 20/ فروری تو اس دفعہ تین دن کے بعد آنا ہے لیکن مَیں نے مناسب سمجھا کہ آج کے خطبہ میں اس حوالے سے کچھ باتیں کروں۔

یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں ایک لڑکے کی ولادت کی تھی جو بہت سی خوبیوں کا مالک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت اسے حاصل ہو گی۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو، پیشگوئی کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔فرمایا: ’’پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزّوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہ و عزّ اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔سو

قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔

خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔سو

تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا۔

خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عَمَانُوایل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا... دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ‘‘۔ تین کو چار کرنے کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ ’’(اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے۔)‘‘ بہرحال آگے فرمایا ’’دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزند دلبند گرامیٔ ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَ الْاٰخِرِ، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور۔جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق اُس مدت کے اندر جو آپؑ نے بیان فرمائی تھی بیٹا پیدا ہوا جس کا نام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ المسیح الثانی کے مقام پر بھی بٹھایا۔ پھر ایک لمبے عرصے بعد خلیفہ ثانیؓ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر یہ اعلان فرمایا کہ جس بیٹے کی مصلح موعود ہونے کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خبر دی تھی وہ مَیں ہی ہوں۔

اس بیٹے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیے جانے، ذہین وفہیم ہونے اور دوسری خصوصیات کے اپنے بھی اور غیر بھی معترف ہیں اور خوب جانتے ہیں اور اس کا اعتراف غیروں نے کھل کر کیا ہے۔

اس وقت میں

حضرت مصلح موعودؓ کے علمی اور متفرق کارناموں میں سے بعض کا ذکر

پیش کروں گا۔

ان باتوں کے سننے سے پہلے جو پیش کرنے لگا ہوں اس بات کو سامنے رکھنا چاہیے کہ آپؓ کا بچپن صحت کے لحاظ سے نہایت کمزوری میں گزرا، بیماری میں گزرا۔ آنکھوں کی تکلیف وغیرہ بھی رہی۔ نظر بھی ایک وقت میں ایک آنکھ سے جاتی رہی۔

پھر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے بھی آپؓ کی تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ آپؓ نے خود فرمایا کہ مشکل سے میری پرائمری تک تعلیم ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا آپؓ کو دینی و دنیوی علوم سے پُر کرنے کا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے زبردست اور عقل کو دنگ کر دینے والے خطابات اور خطبات آپؓ سے کروائے اور ایسے ایسے مضامین آپؓ نے لکھے کہ جو اپنی مثال آپ ہیں اور غیر بھی ان کے معترف ہیں۔

آج کچھ حوالے میں پیش کروں گا۔ میں یہ حوالے پیش کرنے سے پہلے

آپؓ کی تصنیفات، تقاریر، مضامین، خطبات اور مجالس عرفان وغیرہ کی تعداد اور حجم کا ایک جائزہ

پیش کرتا ہوں۔ جو کتب، خطابات، لیکچرز، مضامین پیغامات وغیرہ کی شکل میں شائع ہوئے یا اب تقریباً مکمل ہیں اور وہ جو تقاریر، خطابات وغیرہ انوار العلوم کی شکل میں شائع ہونے کے لیے تیار ہیں۔ ان کی کل اڑتیس (38) جلدیں بن جائیں گی اور ان کی تعداد چودہ سو چوبیس (1424) ہے اور اس کے کُل صفحات بیس ہزار تین سو چالیس (20340) ہیں۔ اتنے ہو جائیں گے اندازاً۔ تفسیر کبیر، تفسیر صغیر سمیت دیگر تفسیری مواد کے صفحات اٹھائیس ہزار سات سو پینتیس (28735) ہیں۔ 1808 خطبات جمعہ ہیں جن کے صفحات اٹھارہ ہزار سات سو پانچ (18705) ہیں۔ اکاون (51) خطباتِ عید الفطر ہیں جن کے صفحات پانچ سو تین (503) ہیں۔ بیالیس (42) خطباتِ عید الاضحی ہیں جن کے صفحات چار سو پانچ (405) ہیں۔ 150 خطباتِ نکاح ہیں جن کے صفحات چھ سو چوراسی (684) ہیں۔ خطاباتِ شوریٰ جلد اوّل تا سوم بھی شائع ہوئی ہے اس کے صفحات دو ہزار ایک سو اکتیس (2131) ہیں یہ سارے اور جو مختلف اور بھی ہیں ان صفحات کو اکٹھا کیا جائے، جمع کیا جائے تو کُل تقریباً پچھتر ہزار (75000) صفحات بنتے ہیں۔ ریسرچ سیل نے الحکم اور الفضل کے 1913ء سے 1970ء تک کے شماروں کو دیکھا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ کچھ مزید مواد سامنے آیا ہے جو ابھی تک انوار العلوم یا کسی کتاب میں شائع نہیں ہو سکا۔ اس تفصیل کے مطابق پچپن (55) مضامین، ستائیس (27) تقاریر، ایک سو تینتالیس (143) مجالس عرفان، دو سو بائیس (222) عناوین ملفوظات اور ایک سو اکتیس (131) مکتوبات ابھی تک مل چکے ہیں۔ ایک بڑا وسیع علمی ذخیرہ ہے۔

اس وقت میں پہلے آپؓ کے علمی کارناموں میں سے

قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر کے کچھ کوائف اور غیروں کے اس بارے میں آراء،

تبصرے پیش کرتا ہوں۔ تفسیر کبیر میں حضرت مصلح موعودؓ نے اُنسٹھ (59) سورتوں کی تفسیر بیان فرمائی، ہے جو کہ دس جلدوں اور پانچ ہزار نو سو سات (5907) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے تفسیری نوٹ بھی آپؓ کے ملے ہیں جن کے صفحات کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے اور امید ہے کسی وقت یہ بھی شائع ہو جائے گی۔ بامحاورہ ترجمہ قرآن کا ایک بہت بڑا کام آپؓ کا تفسیر صغیر کی صورت میں ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی عمر کے آخری دَور میں سب سے بڑی یہ خواہش تھی کہ آپؓ کی زندگی میں آپؓ کے ذریعہ پورے قرآنِ مجید کا ایک معیاری اور بامحاورہ اردو ترجمہ مع مختصر مگر جامع نوٹوں کے شائع ہو جائے۔

سفر یورپ 1955ء سے واپسی کے بعد اگرچہ حضورؓ کی طبیعت اکثر ناساز رہتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ موعود کی روح القدس سے ایسی زبردست تائید فرمائی کہ جون 1956ء میں گرمیوں میں مری کے پہاڑوں پر گئے تو وہاں آپؓ نے ترجمہ قرآن املا کرانا شروع کیا جو خدا کے فضل سے 25 اگست 1956ء کی عصر تک مکمل ہو گیا اور یہ نخلہ ایک جگہ تھی جو کلر کہار کے قریب چھوٹا سا پُرفضا مقام ہے وہاں آپؓ نے چھوٹی سی ایک بستی بنائی تھی جہاں یہ کام کیا۔ اس کے بعد پھر اس کی نظر ثانی ہوئی۔ پھر نظر ثالث ہوئی۔ کتابت ہوئی۔ پروف ریڈنگ وغیرہ ہوئی۔ اس کے بہت سارے کام ہوئے اور تفسیر صغیر 15؍نومبر 1957ء کو طبع ہو کر مکمل تیار ہو گئی۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 522 تا 531)

حضرت مصلح موعودؓ نے تفسیر صغیر کے بارے میں ایک جگہ فرمایا کہ

''میری رائے یہ ہے کہ اس وقت تک قرآن کریم کے جتنے ترجمے ہو چکے ہیں ان میں سے کسی ترجمہ میں بھی اردو محاورے اور عربی محاورے کا اتنا خیال نہیں رکھا گیا جتنا اس میں رکھا گیا ہے۔''

عام طور پر دیکھیں اور خصوصاً اس کے نوٹس میں بھی نظر آتا ہے کہ آپؓ نے ترجمہ میں محاورے کا خیال رکھا ہے۔ ''یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اتنے تھوڑے عرصہ میں ایسا عظیم الشان کام سرانجام دینے کی توفیق عطا فرما دی۔'' فرماتے ہیں کہ ''... اللہ تعالیٰ نے اس بڑھے اور کمزور انسان سے وہ عظیم الشان کام کروا لیا جو بڑے بڑے طاقتور بھی نہ کر سکے۔'' فرماتے ہیں ''گذشتہ تیرہ سو سال میں بڑے بڑے قوی نوجوان گزرے ہیں مگر جو کام اللہ تعالیٰ نے مجھے سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی ہے اس کی ان میں سے کسی کو بھی توفیق نہیں ملی۔ درحقیقت یہ کام خدا کا ہے اور وہ جس سے چاہتا ہے کروا لیتا ہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 525-526)

پھر ایک اَور جگہ آپؓ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے ... قرآن شریف کا سارا ترجمہ مکمل ہو گیا۔ یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے وَالنَّاس تک مع تفسیر صغیر کے جس کے متعلق تفسیر کبیر سے مقابلہ کرنے سے یہ پتہ لگا ہے کہ کئی مضامین اختصاراً اس میں ایسے آئے ہیں کہ تفسیر کبیر میں بھی نہیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 530)

پھر تفسیر القرآن انگریزی کا بھی ایک اہم کام ہوا جسے ہم فائیو والیم کمنٹری (Five Volume Commentary) کہتے ہیں۔ اس تفسیر کے شروع میں حضرت مصلح موعودؓ کے قلم سے لکھا ہوا ایک نہایت پُرمعارف دیباچہ بھی شامل ہے جس میں دوسرے صحفِ سماوی کی موجودگی میں قرآن مجید کی ضرورت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور جمع القرآن اور قرآنی تعلیمات پر بالکل اچھوتے اور دلآویز پیرائے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس دیباچے کے آخر میں

شکریہ و اعتراف کے زیرِعنوان

تحریر فرمایا کہ مَیں اس دیباچے کے آخر میں مولوی شیر علی صاحب کی ان بے نظیر خدمات کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے باوجود صحت کی خرابی کے قرآن کریم کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے متعلق کی ہیں۔ اسی طرح ملک غلام فرید صاحب، خان بہادر چودھری ابوالہاشم خان صاحب مرحوم اور مرزا بشیر احمد صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ انہوں نے ترجمے پر تفسیری نوٹ میری مختلف تقریروں اور کتابوں اور درسوں کا خلاصہ نکال کر درج کیے ہیں۔ پھر اس میں آپؓ نے یہ بھی لکھا کہ میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کا شاگرد ہونے کی وجہ سے کئی مضامین میری تفسیر میں لازماً ایسے آئے ہیں جو میں نے اُن سے سیکھے۔ اس لیے اس تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر بھی، حضرت خلیفہ اوّلؓ کی تفسیر بھی اور میری تفسیر بھی آ جائے گی اور چونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی روح سے ممسوح کر کے ان علوم سے سرفراز فرمایا تھا جو اس زمانے کے لیے ضروری ہیں اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ

یہ تفسیر بہت سے بیماروں کو شفا دینے کا موجب ہو گی۔

بہت سے اندھے اس کے ذریعہ سے آنکھیں پائیں گے۔ بہرے سننے لگ جائیں گے۔ گونگے بولنے لگ جائیں گے۔ لنگڑے اور اپاہج چلنے لگ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے مضامین کو برکت دیں

گے اور یہ اس غرض کو پورا کرے گی جس غرض کے لیے یہ شائع کی جارہی ہے۔ اللّٰھم آمین

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 507-508)

اور اَب تک جو لوگ بھی اس کو پڑھتے ہیں تو بعض غیر بھی، عیسائی بھی بڑی تعریف کرتے ہیں۔

علامہ نیاز فتح پوری صاحب

جو کہ مشہور اہل قلم ہیں، محقق ہیں، ادیب تھے۔ ماہنامہ نگار کے مدیر تھے۔ احمدی نہیں ہیں۔ انہوں نے تفسیر کبیر کا مطالعہ کیا تو حضرت مصلح موعودؓ کو ایک خط میں لکھا کہ ’’تفسیر کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور میں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحرِ علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔‘‘ یہ بڑے پڑھے لکھے اور عالم آدمی ہیں جو بات کر رہے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ ’’... کل سورۂ ہود کی تفسیر میں حضرت لوط پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ (ہود:78) کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 157-158)

پھر ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں کہ ’’رات کو تو بالالتزام اسے دیکھتا ہوں... میرے نزدیک یہ اردو میں بالکل پہلی تفسیر ہے جو بڑی حد تک ذہنِ انسانی کو مطمئن کر سکتی ہے۔‘‘ پھر کہتے ہیں کہ ’’... اس تفسیر کے ذریعہ سے جو خدمت اسلام کی انجام دی ہے وہ اتنی بلند ہے کہ آپ کے مخالف بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 7 تعارفی صفحہ)

پھر سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدر آبادی ہیں۔ یہ احمدی تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ

’’برصغیر ہندو پاکستان کی معروف شخصیت نواب بہادر یار جنگ

(جن سے سیٹھ صاحب کے بڑے دوستانہ تعلقات تھے)‘‘ یہ بہادر یار جنگ صاحب احمدی نہیں تھے۔ ان کے ان سے تعلقات تھے۔ ’’سیٹھ صاحب کہتے ہیں کہ نواب بہادر یار جنگ اپنی صحبتوں میں تفسیر کبیر کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے اور اس کی عظمت کا ہمیشہ اعتراف کرتے اور کہا کرتے تھے کہ اس کے بیان کردہ معارف سے انہوں نے بہت استفادہ کیا ہے۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 158)

پھر جناب اختر اورینوی صاحب ایم اے صدر شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں: ’’میں نے یکے بعد دیگرے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تفسیر کبیر کی چند جلدیں

پروفیسر عبد المنان بیدل سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ کالج،

پٹنہ و حال پرنسپل شبینہ کالج پٹنہ کی خدمت میں پیش کیں۔ اور وہ ان تفسیروں کو پڑھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے مدرسہ عربیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے شیوخ کو بھی تفسیر کی بعض جلدیں پڑھنے کے لئے دیں اور ایک دن کئی شیوخ کو بلوا کر انہوں نے ان کے خیالات دریافت کئے۔ ایک شیخ نے کہا کہ فارسی تفسیروں میں ایسی تفسیر نہیں ملتی۔ پروفیسر عبد المنان صاحب نے پوچھا کہ عربی تفسیروں کے متعلق کیا خیال ہے؟ شیوخ خاموش رہے۔ کچھ دیر کے بعد ان میں سے ایک نے کہا۔ پٹنہ میں ساری عربی تفسیریں ملتی نہیں ہیں مصر و شام کی ساری تفاسیر کے مطالعہ کے بعد ہی صحیح رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے قدیم عربی تفسیروں کا تذکرہ شروع کیا اور فرمایا۔

مرزا محمود کی تفسیر کے پایہ کی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی۔ آپ جدید تفسیریں بھی مصر و شام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے۔

عربی و فارسی کے علماء‘‘ جو بیٹھے ہوئے تھے ’’مبہوت رہ گئے۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 158-159)

متعدد کتب کے مصنف اور اخبار صدق جدید لکھنؤ کے ایڈیٹر مولانا

عبد الماجد دریا آبادی

نے حضرت مصلح موعودؓ کے انتقال پر لکھا کہ ’’کراچی سے خبر شائع ہوئی ہے کہ جماعت احمدی (قادیانی) کے امام مرزا بشیر الدین محمود کا 8/ نومبر کو ربوہ میں انتقال ہو گیا۔‘‘ کہتے ہیں ’’... دوسرے عقیدے ان کے جیسے بھی ہوں قرآن و علومِ قرآنی کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا صلہ اللہ انہیں عطا فرمائے۔ اور ان خدمات کے طفیل میں ان کے ساتھ عام معاملہ درگذر کا فرمائے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔‘‘

(صدق جدید لکھنؤ جلد 15 نمبر 51۔ 18 نومبر 1965ء بحوالہ الفضل ربوہ 22/ مارچ 1966ء صفحہ 8)

پھر ایک مشہور احراری لیڈر تھے

مولوی مظہر علی صاحب اظہر

اپنی کتاب ’’ایک خوفناک سازش‘‘ میں لکھتے ہیں کہ ’’مولوی (ظفر علی خاں) نے ... کہا۔ احمدیوں کی مخالفت کی آڑ میں احرار نے خوب ہاتھ رنگے۔ احمدیوں کی مخالفت کا احرار نے محض جلب زر کے لئے ڈھونگ رچا رکھا ہے۔‘‘ پیسے اکٹھے کرنے کے لئے۔ کہتے ہیں ’’قادیانیت کی آڑ میں غریب مسلمانوں کی گاڑھے پسینہ کی کمائی ہڑپ کر رہے ہیں۔ کوئی ان احرار سے پوچھے بھلے مانسو! تم نے مسلمانوں کا کیا سنوارا۔ کون سی اسلامی خدمت تم نے سرانجام دی ہے۔ کیا بھولے سے بھی تم نے تبلیغ اسلام کی؟‘‘ کہتے ہیں ’’احراریو! کان کھول کر۔‘‘ خود بھی احراری ہیں کہہ رہے ہیں ’’احراریو! کان کھول کر سن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن کا علم ہے تمہارے پاس کیا خاک دھرا ہے۔ تم میں ہے کوئی جو قرآن کے سادہ حرف بھی پڑھ سکے؟ تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔ تم خود کچھ نہیں جانتے تم لوگوں کو کیا بتاؤ گے۔ مرزا محمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے ایک اشارہ پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے۔ تمہارے پاس کیا ہے گالیاں اور بدزبانی۔ تف ہے تمہاری غداری پر۔‘‘ پھر لکھتے ہیں کہ ’’... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ایک ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے... مَیں حق بات کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ یہ میں ضرور کہوں گا کہ اگر تم نے مرزا محمود کی مخالفت کرنی ہے تو پہلے قرآن سیکھو۔ مبلغ تیار کرو۔ عربی مدرسہ جاری کرو... اگر مخالفت کرنی ہے تو پہلے مبلغ تیار کرو۔ غیر ممالک میں ان کے مقابلہ میں تبلیغ اسلام کرو... یہ کیا شرافت ہے کہ ... مرزائیوں کو گالیاں دلوا دیں کیا یہ تبلیغ اسلام ہے؟ یہ تو اسلام کی مٹی خراب کرنا ہے۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 513)

پھر اخبار امروز لاہور نے 30/ مئی 66ء کی اشاعت میں

تفسیر صغیر پر تبصرہ

کرتے ہوئے لکھا کہ ’’قرآن حکیم پوری بنی نوع انسان کے لئے رشد و ہدایت کا منبع و سرچشمہ ہے۔ ازل سے رہتی دنیا تک یہ کتاب مبین انسانوں کو دینی اور دنیوی معاملات میں عدل کا راستہ دکھاتی رہے گی اور بھولے بھٹکوں کو صراطِ مستقیم پر لاتی رہے گی۔‘‘ کاش کہ آج کے علماء بھی یہ سمجھیں۔ ’’قرآن مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔‘‘ لکھتا ہے ’’قرآن کریم ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ، کوئی سا گوشہ اور کوئی سا مرحلہ ایسا نہیں ہے جہاں ہم قرآن سے استمداد نہ کر سکتے ہوں لیکن ظاہر ہے کہ اس کے لئے مطالبِ قرآن پر حاوی ہونا لازم ہے۔ جب تک قرآن میں منضبط احکام خداوندی کے مفاہیم کا انشراح ہی نہ ہو گا رشد و ہدایت کا سلسلہ کیسے شروع ہو گا۔‘‘ اس کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ پھر ہی پتہ لگے گا کہ کیا لکھا ہے۔ ’’اسی ضرورت کے پیشِ نظر قرآنی مطالب کی تشریح و تفسیر کا سلسلہ شروع ہوا اور نزولِ قرآن سے لے کر اَب تک اور پھر ابد تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ جن لوگوں نے قرآن فہمی عام کرنے کے سلسلہ میں کوئی سا حصہ بٹایا ہو یقیناً تشکر کے سزاوار ہیں۔‘‘ ان کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ ’’مفسرین نے اپنے اپنے دور میں قرآنی بصیرت کو عام کرنے میں جو کاوشیں کیں وہ اس لحاظ سے بھی مستحسن قرار پائیں گی کہ اس طرح تفسیر قرآن نے

ایک باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کر لی اور مطالب و معانی کے ابلاغ کے باب میں تفحص کی ایک پختہ روایت قائم ہوگئی۔ بحمد للہ۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور رہے گا۔'' آگے پھر تفسیر صغیر کے بارے میں کہتا ہے کہ ''اس وقت تفسیر صغیر پیش نظر ہے۔ یہ تفسیر احمدیہ جماعت کے پیشوا الحاج مرزا بشیر الدین محمود مرحوم کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ قرآن کے عربی متن کے اردو ترجمے کے ساتھ کئی مقامات کی تشریح کے لئے حواشی اور تفصیلی نوٹ دیئے گئے ہیں۔ ترجمے اور حواشی کی زبان نہایت سادہ اور آسان فہم ہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 541-542)

پھر ایک

ہفت روزہ قندیل

ہوتا تھا۔ وہ 19؍جون 1966ء میں لکھتا ہے کہ ''انجمن حمایت اسلام لاہور اور تاج کمپنی لمیٹڈ کی طرف سے قرآنِ حکیم کی طباعت میں جو خوش ذوقی کا ثبوت دیا جاتا رہا ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔'' پھر کہتا ہے تفسیر صغیر کے بارے میں کہ ''تفسیر صغیر کی اشاعت سے اس روح آفرین سعی میں اضافہ ہوا ہے... تفسیر صغیر میں ترجمہ اور تفسیر امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ ترجمہ اور حواشی کی زبان عام فہم ہے تا کہ ہر علمی استعداد کا آدمی اس سے مستفید ہو سکے۔ ترجمہ اور تفسیر میں یہ التزام بھی ہے کہ جملہ تفاسیر متقدمین آخر تک پیش نظر رکھی گئی ہیں۔'' پھر کہتا ہے کہ ''... قرآنِ مجید کو اس خوبصورتی سے طبع کرا کے شائع کرنا ایک بہت بڑی خدمت اسلام ہے۔''

(الفضل 23؍جون 1966ء صفحہ 5)

آج کل کے علماء پاکستان میں یہ کہتے ہیں کہ اس میں تحریف کی گئی ہے اس لیے بین (ban) کی جاتی ہے۔ تفسیر صغیر پاکستان میں بین (ban) کی ہوئی ہے۔ اس کو کوئی اپنے گھر میں بھی نہیں رکھ سکتا اور ان کے اپنے جو ہیں انصاف پسند لوگ، پرانے لوگ وہ کہتے ہیں کہ اس جیسی کوئی چیز ہی نہیں۔ قابل تعریف چیز ہے اور اس سے آدمی بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آج کل کے علماء کو بھی انصاف کی نظر سے دیکھنے کی توفیق دے۔

پھر

انگریزی تفسیر قرآن کے دینی اور ادبی محاسن نے یورپ و امریکہ کے چوٹی کے اہل علم کو متاثر کیا ہے۔ انہوں نے اس پر شاندار ریویو کیے۔

مثلاً

اے جے آربری (A J Arberry)

ایک مشہور سکالر ہیں۔ کہتے ہیں کہ ''قرآن شریف کا یہ نیا ترجمہ اور تفسیر ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ موجودہ جلد اس کارنامہ کی گویا پہلی منزل ہے۔'' جو ان کو ایک جلد پہنچی تھی۔ کہتے ہیں'' کوئی پندرہ سال کا عرصہ ہوا جماعت احمدیہ قادیان کے محقق علماء نے یہ عظیم الشان کام شروع کیا اور کام حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد کی حوصلہ افزا قیادت میں ہوتا رہا۔ کام بہت بلند قسم کا تھا یعنی یہ کہ قرآن شریف کے متن کی ایک ایسی ایڈیشن شائع کی جائے جس کے ساتھ ساتھ اس کا نہایت صحیح انگریزی ترجمہ ہو اور ترجمہ کے ساتھ آیت آیت کی تفسیر ہو۔'' پھر کہتا ہے ''... شروع میں ایک طویل دیباچہ ہے جو خود حضرت مرزا بشیر الدین نے رقم فرمایا ہے'' اور پھر اس نے دیباچہ کی باتیں لکھی ہیں کہ اس میں کیا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ ''... اگر ہم اس کام کو اسلام کے ذوقِ علم تحقیق کی عظیم یادگار کہہ کر پیش کریں تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔'' ذوق علم تحقیق کی عظیم یادگار کہہ کر پیش کریں تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔'' اس کی تیاری کے ہر مرحلہ پر مستند کتب تفسیر و لغت و تاریخ وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کتب کی طویل فہرست پڑھنے والے کو متاثر کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ترجمہ و تفسیر کے تیار کرنے والوں نے نہ صرف تمام مشہور عربی تفسیروں کو زیر مطالعہ رکھا ہے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ یورپین مستشرقین نے تنقیدی رنگ میں جو کچھ لکھا ہے اسے بھی مدنظر رکھا ہے۔ اگر صرف ترجمہ پر نظر ڈالی جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ ترجمہ کی انگریزی، غلطیوں سے پاک اور بڑی پُر وقار ہے۔'' پھر کہتا ہے کہ

''... غیر مسلم معترضین کے اعتراضوں کا رڈ بھی اس میں ہے اور دوسرے مذاہب پر مناسب تنقید بھی، غیر مسلم پڑھنے والوں کو اس کے کئی حصے یک طرفہ اور معترضانہ رنگ لئے ہوئے معلوم ہوں گے لیکن یاد رہے یہ حصے بھی خلوص نیت سے لکھے گئے ہیں اور نہایت توجہ سے پڑھے جانے کے لائق ہیں۔ ان سے پتہ لگتا ہے کہ متقی اور اہل علم مسلمان جب دوسرے مذاہب کی روایتی تعلیموں پر اعتراض کرتے ہیں تو ایسا کیوں کرتے ہیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 672-673)

پھر ایک

ڈاکٹر چارلس ایس بریڈن (Charles S. Braden)

صدر شعبہ تاریخ و ادب مذہبیات نارتھ ویسٹرن یونیورسٹی ایونسٹن (Evanston) امریکہ نے لکھا ''کتاب کی طباعت نہایت عمدہ ہے، ٹائپ بھی اعلیٰ ہے اور سہولت سے پڑھا جاسکتا ہے۔ بحیثیت مجموعی انگریزی زبان کے اسلامی لٹریچر میں یہ ایک قابلِ قدر اضافہ ہے جس کے لئے دنیا جماعت احمدیہ کی ازحد ممنون ہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 674)

پھر

ایک مشہور مسیحی اخبار النصر

نے لکھا کہ ''جماعت احمدیہ نے امریکہ اور یورپ کے براعظموں میں ثقافت اسلامیہ کی اشاعت کا نمایاں کام کیا ہے اور یہ کام لگاتار مبلغین کی روانگی سے ہو رہا ہے اور مختلف کتب و اشتہارات کی اشاعت سے بھی جن کے ذریعہ فضائل اسلام اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو بیان کیا جاتا ہے۔ ہمیں قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی ہے۔ یہ ترجمہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کی زیر نگرانی کیا گیا ہے۔ ترجمہ قرآن مجید جاذب نظر اور ناظرین کے لئے قرۃ العُیون ہے۔ یہ ترجمہ بلند پایہ خیالات کا حامل ہے... قرآنی آیات ایک کالم میں درج ہیں اور دوسرے کالم میں بالمقابل ان کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ بعد ازاں مفصل تفسیر کی گئی ہے۔ مطالعہ کرنے والا ان تفاسیر جدیدہ میں مستشرقین اور یورپین معاندین کے اعتراضات کے مفصل جوابات پاتا ہے... یہ امر قابل ذکر ہے کہ امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس ترجمہ کے ساتھ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی تحریر فرمائی ہے اور یہ سیرت و ترجمہ بے نظیر ہیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 675-676)

بہرحال تفسیر کبیر، تفسیر صغیر اور فائیو والیم کمنٹری (Five Volume Commentary) پر یہ تبصرے ہیں۔ اَب مَیں بعض تقاریر کے متعلق بھی بیان کرتا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے علمی خزانے کو جو آپؓ نے تقاریر وغیرہ میں ہمارے سامنے رکھا اس کی غیروں نے بھی تعریف کی اور ان کو کس نظر سے دیکھا اس بارے میں عرض کرتا ہوں کہ آپؓ کا ایک خطاب 'نظامِ نو' تھا جو آپؓ نے غیروں کے سامنے کیا تھا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے

''مصر کے مشہور ادیب اور الاستاذ عباس محمود العقاد

نے اس عظیم الشان لیکچر کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت پر مصر کے مشہور ادبی مجلہ ''الرسالۃ'' میں حسب ذیل تبصرہ کیا۔'' کہتے ہیں کہ ''اس لیکچر کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہے کہ فاضل لیکچرار (حضرت مرزا بشیر الدین محمود ہے) عالمگیر نظام کی توجہ اس طرف پھیرتے ہیں کہ فقر اور غربت کی مصیبت کو دُور کیا جائے یا بالفاظ دیگر جمع شدہ اموال کو تمام دنیا کی قوموں اور لوگوں میں بحصہ رسدی تقسیم کیا جائے۔ بلاشک آپ نے (لیکچرار صاحب نے) ''مرزا بشیر الدین محمود نے'' تمام دنیا کے جملہ نئے نظاموں پر جنہوں نے اس مصیبت اور مشکل کو دُور اور حل کرنے کی کوشش کی ہے یعنی فیسی ازم، نازی ازم اور کمیونزم اور بعض دیگر جمہوری نظام اور یہ ظاہر ہے کہ آپ کو ان سب نظاموں کے متعلق ہر جہت سے مکمل اطلاع اور علم حاصل ہے۔'' یونہی نہیں لکھ دیا۔ یہ سارے جو نئے ازم ہیں ان کا آپ کو علم بھی تھا اور بڑا گہرائی میں علم تھا۔ پھر ساتھ کہتا ہے ''لیکن ساتھ ہی آپ یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں جو بالکل صحیح اعتقاد ہے کہ سیاست دان اور پارٹی لیڈرز اور حکومتیں اس مشکل کو حل نہیں کرسکتیں اس لئے ایسی مشکلات کو حل کرنے کے لئے روحانی قوت کی ضرورت ہے کیونکہ ہر ایسی

مشکل جو تمام انسانوں سے تعلق رکھتی ہے اس کا حقیقی حل اور علاج تمام کے تمام انسان مل کر ہی کر سکتے ہیں۔ اس لئے سب سے بڑی چیز جو اطمینان پیدا کرتی ہے اور نیک کاموں اور اصلاح کے لئے دلیری پیدا کرتی ہے یعنی اعتقاد اور ایمان، اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد آپ نے ہندوستان میں موجود بڑے بڑے مذاہب پر خصوصاً اور دنیا کے دوسرے مذاہب پر عموماً ایک محققانہ نظر ڈالی ہے تا ان سے وہ علاج دریافت کیا جائے جو اس مشکل کے دور کرنے کے لئے جسے دنیا بری نظر سے دیکھتی ہے وہ پیش کرتے ہیں اور تا ان سے نیا نظام دریافت کیا جائے جو وہ موجودہ نظام کی بجائے پیش کر سکتے ہیں کیونکہ ان کا بھی فرض ہے کہ وہ اس مشکل کو حل کریں اور اس مصیبت کو دور کریں۔‘‘

اس کے بعد لکھتا ہے کہ ’’اس کے بعد آپ نے بہت سے دلائل اس بات کے لئے پیش کئے ہیں کہ ان سب مذاہب میں سے‘‘ پہلے تو یہ ہے کہ ٹھیک ہے مذاہب اپنے اپنے نظام پیش کریں اگر ان کے پاس کچھ ہے لیکن کر نہیں سکتے۔ پھر لکھتا ہے کہ ’’آپ نے بہت سے دلائل اس بات کے لئے پیش کئے ہیں کہ ان سب مذاہب میں سے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے اندر ان مشکلات کو حل کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور تمام اقوام اور تمام لوگ پہلے بھی اس پر عمل کر سکتے تھے اور اب اس موجودہ زمانہ میں بھی عمل کر سکتے ہیں۔‘‘

پھر ’’(اس کے بعد … محمود العقاد‘‘ صاحب ’’نے ’’نظام نو‘‘ کے اس حصے کا خلاصہ اپنی زبان میں دیا ہے)‘‘ کہتے ہیں کہ ’’…بالفاظ دیگر فاضل لیکچرار صاحب نے صرف ان مذہبی عقائد کا ہی جن کا ہم نے مذکورہ بالا سطور میں نہایت مختصر طور پر اشارۃً ذکر کیا ہے مقابلہ اور موازنہ کرنے میں ہی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔‘‘ انہوں نے لمبی چوڑی تفصیل دی تھی جو میں نے نہیں پڑھی۔ بہرحال کہتے ہیں ’’بلکہ آپ نے خاص طور پر ان پر گہری نظر ڈالی ہے اور خاص اہتمام سے کام لیا ہے کیونکہ صرف عقیدہ ہی جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ ایک ایسی چیز ہے جس سے اصلاح کی امید رکھی جا سکتی ہے اور ساتھ ہی آپ نے ان عقاید کا مقابلہ اور موازنہ کرنے کے علاوہ ان تمام سیاسی اور سوشل نظاموں کا بھی مقابلہ اور موازنہ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ سب کے سب عملی طور پر بھی اور روحانی طور پر بھی اپنے مقاصد میں ناکام رہے ہیں۔‘‘ (اس کے بعد اس نے ’’نظامِ نو‘‘ کے اس حصہ کا خلاصہ دیا ہے۔) جو سیاسی اور سوشل نظاموں پر مشتمل ہے۔ پھر یہ کہتا ہے کہ ’’…اگر یہ آواز یورپ اور امریکہ کے انگریزی خوان طبقہ میں پھیلائی جائے بلکہ خود اہل ہندوستان اور اہل مشرق کے درمیان بھی پھیلائی جائے تو یقیناً اپنا اثر دکھلائے گی۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 369 – 370)

پھر

اسلام میں اختلافات کا آغاز

یہ آپؓ کا ایک لیکچر ہے جو مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی (Martin Historical Society) کے اجلاس میں اسلامیہ کالج لاہور میں آپؓ نے دیا۔ ایسا عالمانہ اور تاریخ اسلام پر مکمل عبور رکھتے ہوئے یہ لیکچر تھا کہ بڑے بڑے تاریخ دان بھی آپ کے سامنے اپنے آپ کو طفل مکتب سمجھنے لگے۔ حضورؓ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے۔ یہاں خلاصہ بیان کرتا ہوں کہ ’’ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ ہر ایک فتنہ سے یا عیب سے پاک تھے بلکہ ان کا رویہ نہایت اعلیٰ اخلاق کا مظہر تھا اور ان کا قدم نیکی کے اعلیٰ مقام پر قائم تھا۔‘‘ کسی کو ہم الزام نہیں دے سکتے، نہ حضرت عثمانؓ کو نہ صحابہ کو۔ پھر فرمایا اور یہ کہ ’’صحابہ کو حضرت عثمانؓ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ آخر دم تک وفاداری سے کام لیتے رہے۔‘‘ اور آپ نے یہ ثابت کیا کہ صحابہ پر یہ غلط الزام ہے کہ انہوں نے بغاوت کی۔ ’’حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ پر خفیہ ریشہ دوانیوں کا الزام بھی بالکل غلط ہے۔ (یہ بھی اس میں ثابت کیا۔) انصار پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ سے ناراض تھے وہ غلط ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انصار کے سب سردار اس فتنہ کے دور کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔‘‘ بہرحال اس پہ جو تاثرات ہیں غیروں کے وہ یہ ہیں۔

سید عبدالقادر صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

لکھتے ہیں کہ ’’فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔‘‘ کہتے ہیں ’’مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شد بد ہے اور

مَیں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصلی وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔

میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہو گا۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد کی جس قدر اصلی اسلامی تاریخوں کا مطالعہ کیا جائے گا اسی قدر یہ مضمون سبق آموز اور قابلِ قدر معلوم ہو گا۔‘‘

(اسلام میں اختلافات کا آغاز صفحہ تمہید مطبوعہ نومبر 1930ء)

پھر اَور بھی بہت سے تبصرے ہیں لیکن وقت نہیں کہ سب کو بیان کیا جائے۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ کا ایک خطاب

اسلام کے اقتصادی نظام

سے متعلق تھا جو لاہور میں احمدیہ ہاسٹل میں ہوا۔ ’’یہ تقریر تقریباً اڑھائی گھنٹے تک جاری رہی۔ اس تقریر میں احمدی احباب کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں مسلم اور غیر مسلم معززین بھی شامل تھے۔‘‘ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ غیر احمدی مسلمان اور دوسرے غیر مسلم لوگ بھی ’’جن کی اکثریت اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ طبقہ اور پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسرز اور طلباء سے تعلق رکھتی تھی۔ تقریر کے دوران پروفیسرز، وکلاء اور دیگر اہل علم دوست کثرت سے نوٹس لیتے رہے۔‘‘

(انوار العلوم جلد 18 تعارف کتاب ’’اسلام کا اقتصادی نظام‘‘ تعارفی صفحہ 1)

اسلام کے اقتصادی نظام کا لب لباب بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’اسلامی اقتصاد نام ہے فردی آزادی اور حکومتی تداخل کے ایک مناسب اختلاط کا۔‘‘ آزادی بھی ہو اور حکومت کا دخل بھی ہو لیکن یہ آپس میں مناسب طور پہ ملے ہوں، کوآرڈی نیٹ کرتے ہوں۔ ’’یعنی اسلام دنیا کے سامنے جو اقتصادی نظام پیش کرتا ہے اس میں ایک حد تک حکومت کی دخل اندازی بھی رکھی گئی ہے اور ایک حد تک افراد کو بھی آزادی دی گئی ہے۔ اِن دونوں کے مناسب اختلاط کا نام اسلامی اقتصاد ہے۔ فردی آزادی اِس لئے رکھی گئی ہے تا کہ افراد آخرت کا سرمایہ اپنے لئے جمع کر لیں اور ان کے اندر تسابق اور مقابلہ کی روح ترقی کرے۔‘‘ ’’صرف دنیا کے مقابلے میں نہیں بلکہ آخرت کے لیے بھی جو نیکیاں کر کے آگے بڑھنے، نیکیوں میں بڑھنے کا مقابلہ ہے وہ بھی جاری رہے۔ پھر فرمایا ’’اور حکومت کا تداخل اِس لئے رکھا گیا ہے کہ امراء کو یہ موقع نہ ملے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کو اقتصادی طور پر تباہ کر دیں۔ گویا جہاں تک بنی نوع انسان کو تباہی سے محفوظ رکھنے کا سوال ہے حکومت کی دخل اندازی ضروری سمجھی گئی ہے اور جہاں تک تسابق اور اخروی زندگی کے لئے زاد جمع کرنے کا سوال ہے حریتِ شخصی کو قائم رکھا گیا ہے اور فردی آزادی کو کچلنے کی بجائے اس کی پوری پوری حفاظت کی گئی ہے۔ پس اسلامی اقتصادیات میں فردی آزادی کی بھی پوری حفاظت کی گئی ہے تا کہ انسان طوعی خدمات کے ذریعہ سے آئندہ کی زندگی کے لئے سامان بہم پہنچا سکے اور تسابق کی روح ترقی پا کر ذہنی ترقی کے میدان کو ہمیشہ کیلئے وسیع کرتی چلی جائے اور حکومت کا دخل بھی قائم رکھا گیا ہے تا کہ فردی کمزوری کی وجہ سے اقتصادیات کی بنیاد ظلم، بے انصافی پر قائم نہ ہو جائے اور بنی نوع انسان کے کسی حصہ کے راستہ میں روک نہ بن جائے۔‘‘

(اسلام کا اقتصادی نظام، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 35)

’’حضور نے اپنی تقریر کے دوسرے حصے میں کمیونزم کی تحریک کا مذہبی، اقتصادی، سیاسی، نظریاتی اور عملی لحاظ سے تفصیلی جائزہ لیا اور آخر میں اس کے متعلق بائبل کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ازر دو متن سنانے کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اپنی پیشگوئی کا بھی ذکر فرمایا۔ الغرض حضرت مصلح موعودؓ کے اس

لیکچر نے چوٹی کے علمی طبقوں میں ایک تہلکہ مچا دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے ہر سطح پر غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔‘‘

(انوار العلوم جلد 18 تعارف کتاب ’’اسلام کا اقتصادی نظام‘‘ صفحہ 3)

’’اس تقریر کو حاضرین نے ایسے شوق سے سنا کہ اتنے لمبے عرصہ تک لوگ اس طرح بیٹھے رہے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔‘‘ اڑھائی گھنٹے تک لگاتار تقریر تھی۔ ’’ایک پروفیسر تو اِس تقریر کو سن کر رو پڑے اور بعض کمیونزم کے حامی طلباء نے اِس خیال کا اظہار کیا کہ وہ اسلامی شوشلزم کے قائل ہو گئے ہیں اور اب اسے صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں۔ یونیورسٹی اکنامکس ڈیپارٹمنٹ کے ایم۔ اے کے بعض طلباء نے حضور کی اس تقریر کے متعلق یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کا انگریزی ترجمہ چھپوا کر یونیورسٹی اکنامکس ڈیپارٹمنٹ کے پروفیسروں کے پاس بھیجا جانا چاہئے۔‘‘ اس زمانے میں انگریزوں کی حکومت تھی اکثر انگریز پروفیسر ہوا کرتے تھے۔ ’’نیز انہوں نے یہ بھی کہا کہ جہاں مختلف سکیمیں ہندوستان کی آئندہ ترقی اور بہبودی کیلئے دوسرے لوگوں کی طرف سے پیش ہو رہی ہیں وہاں یہ اسلامی نظام جو حضور نے پیش فرمایا ہے مسلمانوں کے خیالات کی نمائندگی کرے گا۔‘‘

(انوار العلوم جلد 18 تعارف کتاب ’’اسلام کا اقتصادی نظام‘‘ صفحہ 2-3)

اس تقریر کی صدارت

مسٹر رامچند مچندہ صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور

نے کی تھی۔ لکھنے والا یہ لکھتا ہے کہ اس پُرشوکت تقریر کے بعد صدر جلسہ جناب لالہ رامچند مچندہ صاحب نے ایک مختصر تقریر کی۔ کہتے ہیں کہ ’’میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی قیمتی تقریر سننے کا موقعہ ملا اور مجھے اِس بات سے خوشی ہے کہ تحریک احمدیت ترقی کر رہی ہے اور نمایاں ترقی کر رہی ہے۔ جو تقریر اِس وقت آپ لوگوں نے سنی ہے اس کے اندر نہایت قیمتی اور نئی نئی باتیں حضور نے بیان فرمائی ہیں۔ مجھے اس تقریر سے بہت فائدہ ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں نے بھی اِن قیمتی معلومات سے بہت فائدہ اٹھایا ہو گا۔ مجھے اس بات سے بھی بہت خوشی ہوئی ہے کہ اس جلسہ میں نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی شامل ہوئے ہیں۔‘‘

پھر کہتے ہیں کہ ’’... پہلے تو میں سمجھتا تھا اور یہ میری غلطی تھی کہ اسلام صرف اپنے قوانین میں مسلمانوں کا ہی خیال رکھتا ہے غیرمسلموں کا کوئی لحاظ نہیں رکھتا مگر آج حضرت امام جماعت احمدیہ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام تمام انسانوں میں مساوات کی تعلیم دیتا ہے اور مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ میں غیر مسلم دوستوں سے کہوں گا کہ اس قسم کے اسلام کی عزت و احترام کرنے میں آپ لوگوں کو کیا عذر ہے؟ آپ لوگوں نے جس سنجیدگی اور سکون سے اڑھائی گھنٹہ تک حضور کی تقریر سنی ہے اگر کوئی یورپین اس بات کو دیکھتا تو وہ حیران ہوتا کہ ہندوستان نے اتنی ترقی کر لی ہے۔‘‘

پھر یہ تبصرہ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ ’’... تقریر سننے کے بعد اکثر کی زبان پر تعریفی کلمات تھے بلکہ ایک کثیر طبقہ نے اس بات کا اقرار کیا کہ عقاید کے میدان میں گو ہم حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ساتھ اختلاف رکھتے ہوں۔‘‘ عقیدہ ہمارا مختلف ہے۔ ہم یہ نہیں مانتے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ عقیدے کے اختلاف کے باوجود اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں ’’مگر اس حقیقت سے ہم انکار نہیں کر سکتے کہ آپ موجودہ زمانہ میں ہندوستان کے بہترین عالم ہیں اور حقیقت بھی یہی تھی کہ علم اقتصاد کے متعلق قرآنی حقائق و معارف کا انکشاف اور یورپ کے اقتصادی فلسفہ کا رد آج تک کسی انسان کی طرف سے ایسے رنگ میں پیش نہیں ہوا کہ خود منکرینِ اسلام ایسے نظام کی فضیلت کا اقرار کریں اور خود اشتراکیت کے حامی اشتراکیت کی خامیاں تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہوں۔ چنانچہ حضرت مولانا شیر علی صاحب کا بیان ہے کہ انہوں نے تقریر کے بعد بعض غیر احمدی نوجوانوں کو آپس میں یہ گفتگو کرتے سنا کہ اگر اب بھی تم نے کمیونسٹ کی تائید کی تو تم پر لعنت ہے۔‘‘ اسی طرح ایک پروفیسر صاحب پہلے بھی ذکر آیا پڑا ہے یہ سن کر رو پڑے۔

’’... تقریر کے اختتام پر غیر احمدی پروفیسر صاحبان اور طلباء کی طرف سے اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ چونکہ وقت کی قلت کی وجہ سے حضور اپنی تقریر میں مضمون کے تمام پہلوؤں پر اپنے خیالات کا اظہار نہیں فرما سکے اس لئے ایک اَور تقریر فرمائی جائے جس میں مضمون کے باقی حصص کی وضاحت ہو جائے تا لوگ علوم کے اس چشمہ سے سیراب ہو سکیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور کو عطا فرمایا ہے۔‘‘ (تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 495 تا 497) کہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا گیا ہے۔

سید عبد القادر صاحب ایم اے وائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور

یہ صدر شعبہ تاریخ اسلامیہ کالج ہیں۔ انہوں نے اسلام اور اشتراکیت کے عنوان پر اخبار سن رائز لاہور میں ایک نوٹ دیا جس کا کچھ حصہ یہ ہے۔ لکھتے ہیں کہ ’’اسلام کا اقتصادی نظام اور کمیونزم کے موضوع پر (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کا لیکچر سننے کا مجھے بھی فخر حاصل ہوا۔ یہ لیکچر بھی آپ کے دوسرے لیکچروں کی طرح جو مجھے سننے کا اتفاق ہوا ہے عالمانہ خیالات میں جلا پیدا کرنے والا اور پُر از معلومات تھا۔ مرزا صاحب خداداد قابلیت کے مالک ہیں اور اس موضوع کے ہر پہلو پر آپ کو پورا پورا عبور حاصل ہے۔‘‘ کوئی ڈگری نہیں لی ہوئی۔ کوئی ریسرچ نہیں کی ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے۔ ’’اس وجہ سے آپ کے خیالات اس بات کے مستحق ہیں کہ ہم ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ان پر توجہ کریں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 499)

پھر مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے بھی ہوئے۔ اس کے تراجم پڑھ کر غیر ملکی پریس اور پڑھے لکھے طبقہ نے بھی سراہا۔ چنانچہ

سپین کے سپریم ٹریبیونل کے پریذیڈنٹ ایس وائی ڈی جوس کاسٹن
(S.Y.D.Jose Castan)

نے یہ پڑھ کے مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر کو لکھا کہ ’’میں آپ کے نوازش نامہ کا بہت شکر گزار ہوں۔ اس کے ساتھ ایک بہترین کتاب ہے جس کے مطالعہ نے میری طبیعت پر نہایت شاندار اور اعلیٰ تاثرات پیدا کئے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ (اللہ تعالیٰ) آپ کو اس ملک (سپین) میں اور اس کے باہر بھاری کامیابی عطا کرے گا۔ کتاب حالات حاضرہ کے متعلق نہایت دلچسپ ہے۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 35)

پھر حضرت مصلح موعودؓ کی وفات پر اخبار روشنی سری نگر نے 11؍ نومبر 1965ء میں لکھا کہ ’’آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اولین صدر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی وفات حسرت آیات۔‘‘ کہتے ہیں کہ ’’ایک جید عالم اور مفکر تھے۔ تقریر کرنے میں شاید ہی کوئی آپ کا ثانی تھا۔ یہاں تک کہ ’’اسلام کا اقتصادی نظام‘‘ اور ’’اسلام کا نظام نو‘‘ جیسے دقیق موضوعات پر ایک ایک ہی صحبت میں جو تقاریر ہوئیں وہ کتابی صورت میں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہیں۔ آپ کے عالم و فاضل ہونے کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس‘‘ کے جج جسٹس ’’سر ظفر اللہ خان صاحب بھی آپ کے مریدوں میں سے ہیں اور انہی کے الفاظ میں آپ کی ذات صفات حسنہ کا ایک ایسا دلکش مجموعہ پیش کرتی ہے جس کا ایک شخص کے وجود میں ہونا بہت نادر ہے ... ظاہری اور باطنی علوم کا سرچشمہ بھی ہیں۔‘‘ اب غیر تسلیم کر رہے ہیں کہ ظاہری اور باطنی علوم کا سرچشمہ بھی ہیں۔ ’’آپ تخیل اور عمل کے میدانوں کے یکساں شہسوار ہیں۔ آپ کی زندگی کا بہت سا حصہ ذکر و فکر میں گزرتا ہے لیکن میدان عمل میں آپ ایک اولوالعزم اور جری قائد بھی ہیں۔‘‘ پھر کہتے ہیں ’’... جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا ہر کشمیری دل سے مداح ہے کیونکہ

تحریک حریت کشمیر میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ 1931ء میں جب تحریک کشمیر شروع ہوئی تو آپ ہی آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اولین صدر تھے اور یہ آپ ہی کی کوششوں کا ثمرہ تھا کہ تحریک پروان چڑھی اور اس کا غلغلہ چاردانگ عالم میں ہوا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 23 صفحہ 184-185)

پھر

ویمبلے کانفرنس

تو جماعت کی تاریخ میں کافی مشہور ہے۔ اس میں آپؓ کا جو مضمون پڑھا گیا اس میں غیروں کے تاثرات کیا تھے۔ مضمون کے خاتمے پر پریذیڈنٹ نے مختصر الفاظ میں ریمارکس دیتے ہوئے کہا کہ ”مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے۔“ اب انگریز ہیں یہ۔ ”میں صرف اپنی طرف سے اور حاضرینِ جلسہ کی طرف سے مضمون کی خوبی ترتیب، خوبی خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریقِ استدلال کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حاضرین کے چہرے زبانِ حال سے میرے اس کہنے کے ساتھ متفق ہیں اور مَیں یقین کرتا ہوں کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ مَیں ان کی طرف سے شکریہ کرنے میں حق پر ہوں اور ان کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہوں۔ پھر حضرت صاحب کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ

مَیں آپ کو لیکچر کی کامیابی پر مبارکباد عرض کرتا ہوں آپ کا مضمون بہترین مضمون تھا جو آج پڑھے گئے۔“

رپورٹ لکھنے والے لکھتے ہیں ”... ایک صاحب حضرت کے حضور حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ہندوستان میں تیس سال کام کیا ہے اور مسلمانوں کے حالات اور دلائل کا مطالعہ کیا ہے۔ کیونکہ میں ایک مشنری کی حیثیت سے ہندوستان میں رہا ہوں مگر جس خوبی، صفائی اور لطافت سے آپ نے آج کے مضمون کو پیش کیا ہے مَیں نے اس سے پہلے کبھی کسی جگہ بھی نہیں سنا۔ مجھے اس مضمون کو سن کر کیا بلحاظ خیالات، کیا بلحاظ ترتیب اور کیا بلحاظ دلائل بہت گہرا اثر ہوا ہے۔“

(الفضل 23/ اکتوبر 1924ء جلد 12 نمبر 45 صفحہ 4)

بہرحال اس طرح کے بیشمار تاثرات ہیں۔ مختلف موضوعات پر آپؓ کے مضامین اور خطابات کی تعداد بیشمار ہے جیسا کہ میں شروع میں بتا چکا ہوں۔ چند نمونے میں نے پیش کیے ہیں۔

اخبار فَتَی الْعَرَب دمشق کا ایک حوالہ

پیش کر دیتا ہوں۔ 1924ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب یورپ تشریف لے گئے تو راستہ میں عرب ممالک میں بھی قیام فرمایا اور اس دوران عرب ممالک کے پریس نے بھی آپؓ کے متعلق اپنے تاثرات شائع کیے۔ چنانچہ اخبار فَتَی الْعَرَب دمشق اپنی دس اگست 1924ء کی اشاعت میں لکھتا ہے ”یہ خلیفہ صاحب اپنی عمر کے چالیسویں سال میں ہیں۔ منہ پر سیاہ کشادہ داڑھی رکھتے ہیں۔ چہرہ گندم گوں ہے اور جلال و وقار چہرہ پر غالب ہے۔ دونوں آنکھیں ذکاء و ذہانت اور غیر معمولی علم و عقل کی خبر دے رہی ہیں۔ آپ ان کے چہرہ کے خدوخال میں جبکہ وہ اپنی برف کی مانند سفید پگڑی پہنے کھڑے ہوں یہ دماغی قابلیتیں دیکھیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ آپ ایک ایسے شخص کے سامنے ہیں جو آپ کو قبل اسکے کہ آپ اسے سمجھیں خوب سمجھتا ہے۔“ وہ آپؓ کو دیکھ لیتا ہے اپنی نظروں سے ”اور آپ کے لبوں پر تبسم کھیلتا رہتا ہے۔“ پھر حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق فرمایا کہ ان کے لبوں پر تبسم کھیلتا رہتا ہے ”جو کبھی ظاہر اور کبھی پوشیدہ ہو جاتا ہے“ ہمیشہ مسکراہٹ رہتی ہے۔ پھر وہ پڑھنے والوں کے لیے کہتا ہے کہ ”اور اگر آپ اس کیفیت کو دیکھیں تو آپ اس تبسم کے نیچے جو معنی ہیں اور جو اس میں جلال ہوتا ہے اس سے حیران ہو جائیں گے۔“

(ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ 320)

اس طرح کے غیروں کے بے شمار تاثرات ہیں ان لوگوں کے جنہیں تھوڑا عرصہ یا زیادہ عرصہ صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔ مواد تو بہت سا تھا جیسا کہ میں نے کہا، مَیں نے جمع کروایا تھا لیکن وقت کی وجہ سے مَیں نے کچھ پیش کیا ہے اور وہ بھی خلاصۃً پیش کیا ہے۔ وہ بھی ساری باتیں نہیں لکھیں۔

جو باتیں پیشگوئی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی تھیں یا کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بتائی تھیں وہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعودؓ میں پوری ہوئیں۔ آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے جو علم اور عرفان عطا فرمایا تھا اس کا کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ آپؓ کا دیا ہوا لٹریچر ایک جماعتی خزانہ ہے۔ آپؓ کے خطابات، خطبات، مضامین اکثر شائع ہو چکے ہیں کچھ ہو رہے ہیں۔ انہیں ہمیں پڑھنا چاہیے

اور اب ترجمے کا کام بھی خاصی تیزی سے ہو رہا ہے۔ ان شاء اللہ جلد ہی وہ بھی مہیا ہو جائے گا۔ انگریزی میں تو کافی کام ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ میرا مطلب ہے چھوٹی چھوٹی کچھ کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس علم و عرفان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 10/ مارچ 2023ء صفحہ 5 تا 11)

بقیہ: اے چھاؤں چھاؤں شخص! ...... از صفحہ 11

بقیہ: اے چھاؤں چھاؤں شخص! ...... از صفحہ 11

”میں خود کو بے حد خوش نصیب تصور کرتی ہوں کیونکہ میں تیسرے خلیفہ صاحب، چوتھے خلیفہ صاحب اور ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کا شرف ملا ہوا ہے۔ مجھے تیسرے خلیفہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ بہت اچھی طرح یاد ہے۔ آپ کی شخصیت اس قدر دوستانہ تھی اور شفیق تھے اور آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر ہی میں نے احمدیت قبول کی تھی۔ آپ کو اتنے سال قبل دیکھنا جب میں ایک نوجوان لڑکی تھی، نہایت متاثر کن تھا اور اس سے میری شخصیت پر ایک دیرپا متاثر کن اثر تھا۔“

محترمہ منیرہ صاحبہ نے مزید بتایا کہ ”میں پیارے حضور کا خطبہ جمعہ ہر ہفتے سنتی ہوں اور ہر گزرتے دن کے ساتھ میں دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ہماری جماعت کو اپنے فضلوں سے نواز رہا ہے۔ ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ ہمیں خلافت نصیب ہوئی ہے کیونکہ جملہ دیگر اسلامی گروپس اور فرقے باہم منقسم ہیں لیکن جماعت احمدیہ مسلمہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر متحد ہے۔

(دورہ حضور انور Scandinavia مئی 2016ء از ڈائری عابد خان)

(باتعاون: مظفرہ ثروت۔ جرمنی)

دعا کا تحفہ

قرض سے نجات اور غناء کی دعا

حضرت عائشہؓ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خادم کے تقاضا پر آپؐ نے یہ دعا سکھائی:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاۃِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْآنِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِہٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْآخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَ اَغْنِنِی مِنَ الْفَقْرِ

(مسلم کتاب الذکر)

ترجمہ: اے اللہ! سات آسمانوں کے ربّ اور بڑے عرش کے ربّ! اے ہمارے ربّ اور ہر چیز کے ربّ! تورات وانجیل اور قرآن کے نازل کرنے والے! دانے اور گٹھلی کے پھاڑنے والے! مَیں ہر اس چیز کے شر سے جو تیرے قبضۂ قدرت میں ہے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تو ہی اس کی پیشانی کو پکڑنے والا (یعنی اس پر غالب) ہے تو ہی اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تو ہی آخر ہے اور تیرے بعد بھی کوئی چیز نہیں۔ اور تو ہی ظاہر ہے اور تیرے اوپر کوئی چیز نہیں تو ہی مخفی بھی ہے اور تیرے سے ورے کوئی چیز نہیں۔ تو ہی میرا قرض پورا کر دے اور مجھے فقر و غربت سے غنا بخش دے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 145)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

مترجم: ابو سلطان

ڈائری عابد خان سے ایک ورق

اے چھاؤں چھاؤں شخص! تیری عمر ہو دراز

احمدیوں کے جذبات

اس شام حضور انور نے کئی احمدی خاندانوں سے فیملی ملاقاتوں کے سیشن میں ملاقات فرمائی۔ اس دوران میری ملاقات لوکل جماعت کے چند ممبران سے بھی ہوئی، جنہوں نے مجھے بتایا کہ حضور انور کے ڈنمارک دورہ سے کس قدر فیوض و برکات ظاہر ہو رہے ہیں اور خلافت سے حاصل ہونے والی ذاتی برکات کا تذکرہ بھی کیا۔

ایک نوجوان شادی شدہ جوڑا جن سے میری ملاقات ہوئی وہ محترم حمید الرحمٰن (بعمر 29 سال) اور ان کی اہلیہ شازیہ احمد تھیں۔ ہماری گفتگو کے دوران محترم حمید صاحب جذباتی ہو گئے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے جب انہوں نے بتایا کہ:

’’میں بہت زیادہ جذبات سے مغلوب ہوں کیونکہ مجھے ابھی ابھی حضور انور سے ملاقات کا شرف ملا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ حضور انور کی دعائیں ہی ہیں جن کی مجھے زندگی بھر ضرورت ہے۔‘‘

ان کی اہلیہ محترمہ شازیہ صاحبہ بھی جذبات سے لبریز تھیں۔ اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ ’’حضور انور کی صحبت میں گزرے ہوئے لمحات میری زندگی کے سب سے قیمتی لمحات تھے۔ ہمارے خلیفہ شفیق، محبت کرنے والے اور بہت نرم دل ہیں۔ جب میں حضور انور کے سامنے بیٹھی تھی تو مجھے احساس ہوا کہ آپ کس قدر وجیہہ اور نیک ہیں اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میری روحانی طور پر صفائی ہو رہی ہو۔‘‘

پھر میری ملاقات ایک احمدی فیملی سے ہوئی جو گزشتہ تیس سال سے ڈنمارک میں رہائش پذیر تھے۔ ان کے والد کا نام محترم طارق محمود بٹر تھا اور ان کی اہلیہ محترمہ فوزیہ بٹر صاحبہ تھیں اور ان کے ساتھ ان کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا بھی تھا۔ ہم دس منٹ تک سیر کرتے رہے اور ساری فیملی خاص طور پر محترمہ فوزیہ صاحبہ اور ان کی بیٹیاں بہت زیادہ جذبات سے مغلوب تھیں۔ حضور انور سے اپنی ملاقات کے بارے میں محترمہ فوزیہ صاحبہ نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا کہ:

’’میں چاہتی ہوں کہ اس لمحہ جو اطمینان مجھے حاصل ہے اسے اپنے اندر قید کرلوں تا کہ وہ کبھی بھی میرے دل کو خیر باد نہ کہہ سکے۔ ہم ایک خواب کی سی کیفیت میں (ملاقات کر رہے) ہوتے ہیں جس سے ہم کبھی بھی بیدار نہیں ہونا چاہتے۔‘‘

پھر میری ملاقات مکرم طارق صاحب کی بڑی بیٹی محترمہ عوراج صاحبہ سے ہوئی جن کی عمر بیس سال کے قریب تھی۔ دوران گفتگو وہ آنسو بہاتی رہیں اور خلافت سے محبت کی وجہ سے جذبات سے لبریز تھیں۔ وہ کچھ دیر کے لیے گفتگو کرتیں پھر اپنے آنسو صاف کرتیں اور کچھ توقف کے بعد پھر گفتگو کرنے لگتیں۔

محترمہ عوراج صاحبہ نے بتایا کہ ’’جو جذبات اور احساسات میرے دل میں موجزن ہیں ان کو بیان کرنا میری بساط میں نہیں ہے۔ حضور انور ایک طویل عرصہ کے بعد تشریف لائے ہیں اس لیے مجھے یقین نہیں آرہا کہ آپ واقعی یہاں (ہمارے پاس) ہیں۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ حضور انور روزانہ مسجد کے لیے تشریف لے جاتے ہیں، ہمارے پاس سے گزرتے ہیں اور میں آپ کو روزانہ دیکھ سکتی ہوں۔‘‘

پھر محترمہ عوراج صاحبہ جذبات سے مغلوب ہو کر رونے لگیں اور ان کے لیے مزید گفتگو کرنا ممکن نہ رہا۔ مجھے احساسِ ندامت ہوا کہ میری گفتگو نے ان کو اس قدر مغموم کر دیا ہے۔ اس لئے میں نے ان سے معذرت کی۔ جس پر انہوں نے کہا کہ ان کے آنسو خوشی کے آنسو ہیں، غم کے نہیں، اس لیے مجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد ان کی والدہ محترمہ فوزیہ صاحبہ نے دوبارہ گفتگو جاری رکھی اور بتایا کہ:

’’میری بیٹی کی یہ کیفیت محض خلافت سے محبت کی وجہ سے ہے۔ ہماری زندگیوں میں صرف ایک ہی خوف ہے اور وہ یہ کہ ہمارا خلیفہ کبھی ہم سے ناراض نہ ہو۔ جب تک آپ خوش ہیں تو ہماری زندگیاں مکمل ہیں۔‘‘

ایک اور دوست جن سے میری ملاقات ہوئی ان کا نام مکرم ذکی احمد (بعمر 37 سال) تھا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ حضور انور کی شخصیت نے کس طرح انہیں اور ان کے کئی دوسرے احباب کو متاثر کیا ہے۔ محترم ذکی صاحب نے بتایا کہ:

’’بسا اوقات ہم اپنے فرائض کی ادائیگی اور جماعتی خدمت میں بھی تساہل کر جاتے ہیں لیکن جب آپ حضور انور کو دیکھتے ہیں اور ان کی نیکی اور تقویٰ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اس سے آپ متاثر ہوتے ہیں اور آپ کو تقویت ملتی ہے۔ حضور انور کی موجودگی سے آپ کو جماعتی خدمات کے لیے مضبوط عزم و ہمت ملتی ہے اور یہ کہ آپ حقیقی اسلام (احمدیت) کا پیغام پھیلائیں۔ خلافت ایک مقناطیس کی طرح ہے کیونکہ اس کی کشش اس قدر زیادہ ہے کہ جتنا زیادہ آپ حضور انور کو دیکھتے ہیں اتنا ہی آپ حضور انور کے قریب ہونا چاہتے ہیں۔‘‘

حضور انور کے پُر حکمت الفاظ

میری ملاقات ایک احمدی دوست مکرم مشہود احمد صاحب (بعمر 32 سال) سے ہوئی، جنہوں نے مجھے اپنی ملاقات جو حضور انور کے ساتھ کچھ سال قبل ہوئی تھی کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے بتایا کہ حضور انور سے ملاقات سے ایک رات پہلے ان کے ہاں چوری ہو گئی تھی اور ان کی قیمتی اشیاء اور کپڑے چوری ہو گئے تھے۔ ان کے پاس پیسے اور وقت نہیں تھا کہ وہ شاپنگ کر سکتے اس لیے وہ اس ملاقات میں نہایت سادہ اور عام لباس میں حاضر ہو گئے اور اپنی حالت پر نہایت نادم تھے۔

پس جونہی وہ ملاقات کے لیے حاضر ہوئے انہوں نے حضور انور کو اس چوری کے بارے میں بتایا اور اپنے حلیے پر معذرت کی۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: ’’بالکل پریشان نہ ہوں۔ شاید، چور کو آپ سے زیادہ آپ کے کپڑوں کی ضرورت تھی۔‘‘

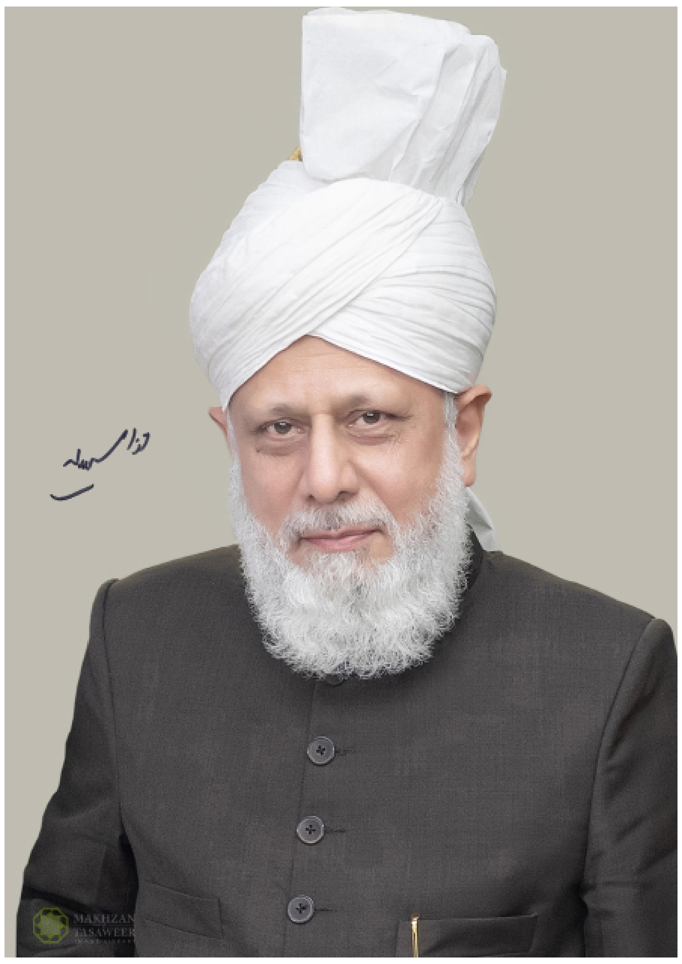

محترم مشہود صاحب نے بتایا کہ وہ حضور انور کی شفقت اور آپ کے پُر حکمت الفاظ سے حیران رہ گئے۔ اس واقعہ کے متعلق محترم مشہود صاحب نے بتایا کہ ’’حضور انور کے الفاظ سننے کے بعد مجھے دوبارہ کبھی اپنے نقصان کے بارے میں سوچ کر کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ اس دن کے بعد سے میں نے اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے افضال اور نصرت کے نظارے بار بار دیکھے ہیں۔‘‘

احمدیوں کے جذبات

6/ مئی 2016ء کی شام کو حضور انور نے ڈنمارک میں رہنے والی فیملیز سے ملاقات فرمائی۔ ایک دوست محترم خاور احمد (بعمر 35 سال) کی حضور انور سے ملاقات ہوئی جو پاکستان سے 2012ء میں ڈنمارک شفٹ ہوئے تھے۔ ان کی حضرت خلیفۃ المسیح سے پہلی ملاقات کے بعد میری ان سے گفتگو ہوئی۔ میں اچھی طرح سمجھ سکتا تھا کہ وہ جذبات سے مغلوب تھے۔

محترم خاور صاحب نے بتایا کہ ’’جب میں نے حضور انور کو دیکھا تو ایک وجیہہ شخصیت، محبت اور شفقت خوب عیاں تھی۔ میرے جو جذبات تھے وہ اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئے۔ میری اہلیہ اور میرا دونوں کا یہی خیال ہے کہ خلیفہ وقت کی دعائیں ہی ہیں جن سے جنت کے دروازے کھلتے ہیں۔‘‘

پھر میری ملاقات ایک Danish خاتون سے ہوئی جن کا نام محترمہ Munira Krogh تھا، جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور خلافت میں احمدیت قبول کی تھی۔ ان کے شوہر محترم Kamal Krogh صاحب نے بھی 1960ء کی دہائی کے آخری سالوں میں احمدیت قبول کی تھی اور چند سال قبل اپنی وفات تک کئی سال بطور سیکرٹری تبلیغ خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ محترمہ منیرہ صاحبہ کو اس دورہ کے دوران دو مرتبہ حضور انور سے ملاقات کا موقع ملا۔ ایک ذاتی ملاقات اور دوسرے موقع پر دفتری ملاقات ہوئی۔ دوسری دفتری ملاقات کی وجہ یہ تھی کہ انہیں ڈینش ترجمہ قرآن کی دہرائی کی خدمت کا موقع مل رہا تھا اس لیے اس کام کے حوالہ سے حضور انور کی رہنمائی درکار تھی۔ محترمہ منیرہ صاحبہ کے تجربات کو سننا میرے لیے بے حد دلچسپی کا باعث تھا۔ محترمہ منیرہ صاحبہ نے اپنے تجربات کا کچھ یوں تذکرہ کیا کہ:

بقیہ صفحہ 10 پر

حنیف محمود کے قلم سے

آداب معاشرت

اپنے وقت اور صحت کو خدمت دین میں لگانا چاہئے

قسط 13

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اس دن انسان نصیحت حاصل کرنا چاہے گا مگر اس دن نصیحت پکڑنا اس کے لئے کہاں ممکن ہوگا۔ وہ کہے گا اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لئے (کچھ) آگے بھیجا ہوتا۔

(الفجر: 24-25)

آپؐ نے ایک صحابیؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

پانچ چیزوں کا ان کے جانے سے پہلے فائدہ اٹھالو۔ جوانی کا بڑھاپے سے پہلے، صحت کا بیماری سے پہلے، امیری کا غربت سے پہلے، فراغت کا مصروفیت سے پہلے، زندگی کا موت سے پہلے۔

(المستدرك على الصحيحن، كتاب الرقاق)

آپؐ فرماتے ہیں:۔ قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اللہ رب العزت کے پاس سے اس وقت تک نہیں ہٹ سکیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے، اس کی عمر کے بارے میں کہ اس نے کہاں گزاری اور اس نے اپنی جوانی کہاں صَرف کی اور اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا اور اس نے اسے کہاں خرچ کیا اور اس نے اپنے علم کے مطابق کس قدر عمل کیا۔

(سنن الترمذی كتاب صفة القيامة)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: مجھے کسی چیز پر اتنی ندامت نہیں ہوتی جتنی اس دن پر ہوتی ہے جس دن سورج غروب ہو جائے اور میری عمر (میں سے ایک دن) کم ہو جائے لیکن میرے اعمال حسنہ میں اضافہ نہ ہو۔

(ارشیف ملتقی التفسیر، الی اجبتی الشباب وقك جزء من عمرك)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا:۔ تو وہ بزرگ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔ پس اپنی اہمیت کو سمجھو، وقت کی نزاکت کو محسوس کرو اور خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر کرو جو اس نے تمہارے ہاتھوں کی پہنچ میں رکھی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13/ جنوری 1950ء)

ایک شخص نے آپؐ سے پوچھا کہ بہترین آدمی کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو۔ اس نے دریافت کیا کون سے لوگ بُرے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جن کی عمر طویل ہو اور عمل اچھے نہ ہوں۔

(سنن الترمذی، كتاب الزهد عن رسول الله)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: دنیا دور جا رہی ہے اور آخرت قریب آرہی ہے اور ان دونوں جہانوں کے وارث ہیں، پس تم آخرت کے وارثوں میں سے ہو جاؤ اور تم دنیا کے وارثوں میں سے نہ ہو۔ آج کے دن عمل ہے اور کوئی حساب نہیں۔ لیکن کل حساب ہوگا اور کوئی عمل نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری، كتاب الرقاق)

آپؐ فرماتے ہیں: اگر تم میں سے کسی پر موت کا وقت آجائے اور اس کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو، تب بھی اگر ممکن ہو تو اسے چاہئے کہ اسے گاڑ دے۔

(مسند احمد، كتاب باقی مسند المكثرين)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:۔ دنیا کے دنوں میں سے ہر دن جو آتا ہے وہ دن کہتا ہے: اے لوگو! جان لو! میں ایک نیا دن ہوں اور میں ہر اس عمل کا گواہ ہوں جو آج کیا جائے گا، اور جب سورج غروب ہو جائے گا تو میں تمہارے پاس قیامت کے دن تک واپس نہیں آؤں گا۔

(كلام الليالی والايام)

حضرت امام ابن القیم فرماتے ہیں۔ وقت کو ضائع کرنا موت سے زیادہ شدت رکھتا ہے، کیونکہ وقت کا ضیاع انسان کو اللہ اور آخرت کے گھر سے کاٹ ڈالتا ہے، جبکہ موت صرف دنیا اور اس کے اہل سے کاٹتی ہے۔

(الفوائد، فائدہ قولہ تعالیٰ)

حضرت امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں۔ جو اپنا فارغ وقت اور صحت خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگاتا ہے تو وہ خوش نصیب اور قابل رشک ہے اور جو شخص ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزارتا ہے تو وہ ناشکرا اور نقصان خوردہ ہے کیونکہ مصروفیت فارغ وقت کے اور بیماری صحت کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔

(فتح الباری شرح البخاری)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

جب ہم اپنے وقت کو پہچانتے ہی نہیں، ہمیں پتہ ہی نہیں ہے کہ وقت گزر بھی رہا ہے کہ نہیں؟ تو ہم کس طرح خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دیں گے کہ اے خدا! تو نے باطل نہیں پیدا کیا تھا مگر ہم نے باطل کر کے دکھا دیا۔ اس لئے وقت خود اپنی ذات میں ایک جواب طلبی کا ذریعہ ہے۔ یہ کہنا کہ جی میرا وقت ہے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے میں جس طرح گزار دوں۔ یہ غلط بات ہے اس کو دماغ سے نکال دیں۔ آپ کا وقت نہیں ہے خدا کا وقت ہے اور وہ وقت کا بھی مالک ہے اور ان معنوں میں آپ کا وقت ہے کہ آپ کو امانتاً دیا گیا ہے۔ اس وقت کے متعلق جواب طلبی ہوگی اور یہ جواب آپ کو دینا پڑے گا کہ ہم نے اس وقت کی حرکت کو باطل میں تبدیل کیا تھا یا حق میں تبدیل کیا تھا۔ یہ مضمون اگر آپ ذہن میں رکھیں تو وہ وقت جو ہم ضائع نہیں کرتے جو گزر رہا ہے کسی حرکت میں، اس پر نظر ڈالیں تو وہ واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوتا نظر آتا ہے۔ وقت یا باطل کی طرف جا رہا ہے یا حق کی طرف جا رہا ہے یا اندھیرے کی طرف جا رہا ہے یا روشنی کی طرف جا رہا ہے... میں ساری جماعتوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ وقت کے مضمون پر غور کریں اور قرآن کریم کی اصطلاحوں میں غور کریں بھرپور کوشش کریں اور امراء اور مربیان کہ خود ان کا وقت بھرپور ہو اور ساری جماعت کا وقت بھرپور ہو اور باطل کی سمت میں حرکت کرنے والا نہ ہو بلکہ حق کی سمت میں حرکت کرنے والا ہو۔

(خطبہ جمعہ 9/ جنوری 1987ء)

محمود الرحمٰن انور۔ نیشنل سیکرٹری اُمور خارجہ سوئٹزرلینڈ

اقوام متحدہ کا عالمی جائزہ اجلاس برائے تحفظ انسانی حقوق

اقوام متحدہ کا مرکزی دفتر نیویارک امریکہ میں قائم ہے۔ جبکہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے تحفظ کے ادارے HRC ہیومن رائٹس کمیشن کا دفتر جنیوا سوئٹزرلینڈ میں واقع ہے۔ اس ادارے کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ تمام دنیا کے ممالک میں انسانی حقوق کو بحال کرنے کی کوشش کرے۔ ان امور کا جائزہ لینے کے لیے اس کمیشن کے باقاعدہ اجلاس ہوتے ہیں جس کو UPR سیشن کا نام دیا جاتا ہے۔ اس اجلاس میں آپ پوری دنیا میں مختلف ممالک میں ہونے والے مظالم کے خلاف آواز بھی بلند کر سکتے ہیں اور اسی طرح اگر کسی ملک نے انسانی حقوق کو قائم کرنے میں اصلاحات کی ہیں تو ان کا اعلان بھی اس فورم پر کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے ملک میں صورتحال کو بہتر کرنے کے لیے کیا اقدامات کئے ہیں۔

UPR کا قیام 15/ مارچ 2006ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں ایک قرارداد کے ذریعہ عمل میں آیا جس کا مقصد انسانی حقوق کا تحفظ اور حقائق اور رپورٹس کی بنیاد پر ان ممالک کو توجہ دلانا ہے۔ UPR کے ایک سال میں کم از کم تین اجلاسات منعقد ہوتے ہیں اور ہر اجلاس میں 14 ممالک کا جائزہ لیا جاتا ہے اور یوں سال بھر میں 42 ممالک کا جائزہ مکمل ہوتا ہے۔

امسال 30/ جنوری 2023ء کو جنیوا میں یہ اجلاس منعقد ہوا جس میں پاکستان میں ہونے والے مظالم کا ذکر ہوا جس میں بچوں کے حقوق، عورتوں کے حقوق، اقلیتوں کے حقوق، سزائے موت اور توہین رسالت جیسے قوانین کو ختم کرنے کی توجہ دلائی گئی۔ خاکسار کو احمدیہ مسلم جماعت سوئٹزرلینڈ کے نمائندہ کے طور پر اس اجلاس میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ امریکہ، سوئٹزرلینڈ، بھارت، سیرالیون اور کیمرون نے پاکستان میں ہونے والے مظالم کے خلاف آواز بلند کی اور توجہ دلائی کہ وہ ان ظالمانہ قوانین کو ختم کر کے بنیادی انسانی حقوق کو بحال کریں۔ ان پانچ ممالک کے علاوہ تین دیگر ممالک جو اقوام متحدہ کی اصطلاح میں TROIKA کہلاتے ہیں (یعنی گیمبیا، ارجنٹائن اور نیپال) بھی شامل تھے۔ ان ممالک کا کام حقائق، رپورٹس، تجاویز اور سفارشات جمع کرنا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے ملک کو بنیادی انسانی حقوق قائم کرنے، صبر، برداشت اور بھائی چارہ کی فضاء قائم کرنے اور ایک مثالی اسلامی ملک بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عبدالحئی چٹھہ

والد محترم محمد غضنفر چٹھہ مرحوم

میرے والد محترم 1952ء میں ضلع وہاڑی میں پیدا ہوئے اور 1970ء میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنی زندگی خدمت دین کے لیے وقف کرتے ہوئے جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لے لیا۔ مگر بوجوہ صرف درجہ ثالثہ تک ہی تعلیم حاصل کر سکے لیکن وقف زندگی کے عہد پر قائم رہے۔ 1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے از راہ شفقت آپ کا تقرر بطور انسپکٹر بیت المال منظور فرمایا۔

پاکستان کے مختلف اضلاع میں کام کرنے کا موقع ملا۔ گھر سے دور، پیدل، مسلسل سفر اور ہر قسم کی مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ کبھی بھی کسی نے ان کی زبان سے کوئی حرف شکایت نہ سنا نہایت خوشی اور بشاشت قلبی سے کام کرتے تھے اور 26 سال خدمت دین بااحسن طریق سرانجام دینے کے بعد اپنی جان سی عزیز شے بھی اللہ کی راہ میں نچھاور کر دی۔

آپ کی شادی اپنے چچا نذر محمد صاحب کی صاحبزادی محترمہ طاہرہ فردوس صاحبہ سے 14/ اپریل 1985ء کو ہوئی۔ جو وقف زندگی کی بیوی ہونے اور اپنی خدا داد صلاحیتوں کے باعث جماعت اور خاندان میں دینی اور دنیاوی ہر لحاظ سے امتیازی مقام رکھتی ہیں۔ آپ مقامی جماعت کی صدر بھی رہیں۔ خاوند کی گھر سے باہر مسلسل جماعتی مصروفیات کے باوجود خانہ داری کے نظام کو احسن طریق سے چلانا آپ کا نمایاں وصف رہا اور اولاد کی دینی واخلاقی تربیت میں بھی اچھا کردار ادا کیا۔

واقعہ شہادت

ان کے تایا زاد بھائی صدر جماعت چوہدری محمد افضل صاحب چٹھہ نے ان کی شہادت کا واقعہ یوں بیان کیا کہ برادرم محمد غضنفر چٹھہ صاحب نظارت بیت المال آمد کی طرف سے بطور انسپکٹر ضلع وہاڑی، اوکاڑہ اور ساہیوال میں تعینات تھے اور ان اضلاع کے دورہ کے دوران 18/ نومبر 2008ء کو رات کے وقت اوکاڑہ جانے کا پروگرام تھا، شام کے وقت آپ بورے والہ شہر میں سے گزر رہے تھے کہ دو نامعلوم موٹر سائیکل سوار آئے ان سے بیگ چھیننے کی کوشش کی (وہ بیگ جو کہ آپ ہمیشہ جماعتی دوروں کے وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے) اور مزاحمت پر انہوں نے پستول سے دو فائر کئے ایک فائر آپ کے دائیں گھٹنے پر لگا۔ آپ کافی دیر سڑک پر زخمی حالت میں پڑے رہے اور کوئی شخص بھی آپ کی مدد کے لئے نہ آیا۔ نتیجتاً خون زیادہ بہہ جانے اور بروقت طبی امداد نہ ملنے کی وجہ سے موقع پر ہی راہ مولیٰ میں اپنی جان قربان کر کے جام شہادت نوش کیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

واقعہ شہادت کے بعد آبائی گاؤں میں آپ کی نماز جنازہ مکرم اقبال احمد عابد صاحب مربی ضلع وہاڑی نے مورخہ 19/ نومبر 2008ء کو رات 10 بجے پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں احباب نے شرکت کی۔ بعد ازاں آپ کا تابوت بذریعہ ایمبولینس ربوہ لایا گیا۔ مورخہ 21/ نومبر 2008ء کو مسجد الاقصیٰ میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی صدر انجمن احمدیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور تدفین مکمل ہونے پر دعا بھی کروائی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور قطعہ شہداء ربوہ میں امانتاً تدفین ہوئی۔ اس کے چھ ماہ بعد ان کی میت کو بہشتی مقبرہ میں منتقل کر دیا گیا اور خوش قسمتی سے عرصہ 22 سال قبل والدہ مرحومہ موصیہ نصیرہ بیگم صاحبہ کے قدموں میں جگہ ملی۔

میرے والد صاحب مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے انسان تھے۔ آپ ہمیشہ ہر ماہ کے آغاز میں الاؤنس ملتے ہی سب سے پہلے چندہ جات کی ادائیگی کرتے اور خاکسار کو بالکل بچپن سے ہی تربیت دینے کے لئے چندہ کی رقم دیتے کہ سیکرٹری صاحب مال کے پاس جاؤ اور ادائیگی کر کے آؤ۔ اس کے علاوہ جب زمین کے ٹھیکے کی سالانہ رقم آتی تو اس میں سے سب سے پہلے حصہ آمد کی ادائیگی کرتے تھے۔

شہید مرحوم کا سب سے نمایاں وصف آپ کا عبادت کا معیار تھا۔ پنجوقتہ نماز باجماعت کے ساتھ ساتھ نماز تہجد کی بھی پابندی کرتے تھے۔ خاکسار نے بچپن سے ہی اس بات کا مشاہدہ کیا کہ جب بھی نماز فجر کے لیے میں اٹھا ہوں تو اس سے قبل ابا جان کو نماز پڑھنے میں مصروف پایا اور اکثر اوقات تو آپ کی نماز میں گریہ وزاری کی آواز سے آنکھ کھلتی تھی۔

آپ خدا تعالیٰ کی ذات پر کمال درجہ کا توکل رکھتے تھے۔ خاکسار نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ ہمیشہ اپنی مشکلات خدا کے حضور پیش کرتے تھے آپ نے ہم گھر والوں یا کسی اور عزیز سے کبھی تذکرہ نہیں کیا۔ آپ کے تمام بہن بھائیوں کو بھی آپ کی دعاؤں پر بہت یقین تھا اور وہ اپنے تمام کاموں کے لیے آپ کو دعا کے لیے خاص طور پر کہتے تھے۔

والد محترم کا اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا۔ آپ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے، ان کے ساتھ بہت عزت واحترام سے پیش آتے تھے۔ آپ جب جماعتی دورے سے واپس آتے تو اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ بھی وقت گزارتے تھے اور ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ نیز خَیۡرُکُمۡ خَیۡرُکُمۡ لِاَھۡلِہٖ کے مطابق آپ کا اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت زیادہ پیار کا تعلق تھا اور ہمیشہ آپ نے ہمارا اور ہماری والدہ محترمہ کا خیال رکھا۔

آپ جب بھی دورے سے واپس گھر آتے تو آپ جس علاقہ میں گئے ہوتے وہاں کی کوئی نہ کوئی خاص سوغات ہمارے لیے ضرور لے کر آتے تھے۔ عیدین اور دیگر خوشی کے مواقع پر آپ اپنی حیثیت کے مطابق اپنے سارے بچوں کو خود شاپنگ کرانے جاتے تھے۔ اسی طرح آپ کا اپنے بہن بھائیوں کے بچوں کے ساتھ بھی بہت پیار کا تعلق تھا۔ آپ کو ان کی پسند ناپسند بھی معلوم تھی اور اکثر آپ انہیں ان کی پسند کی چیزوں کا تحفہ دیا کرتے تھے۔

میرے تایا جان مکرم مظفر احمد چٹھہ صاحب حال مقیم لندن بتاتے ہیں کہ

’’شہید مرحوم کو بچپن سے ہی جماعتی خدمات اور وقف کا شوق تھا اور سکول کے زمانہ میں ہی خلافت احمدیہ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ تنہائی میں دعائیں کرنے والے وجود تھے اور جو آپ کا تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے تعلق تھا اس کو ظاہر کرنا پسند بھی نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ میرے ساتھ ربوہ گئے ہوئے تھے اور ہم دونوں بھائی نماز فجر کے بعد بہشتی مقبرہ میں دعا کے لیے گئے اور تمام عزیز واقارب کی قبروں اور قطعہ خاص میں دعا کر کے واپس آئے۔ اسی دن نماز عصر کے بعد مجھے بتائے بغیر کہیں چلے گئے اور نماز مغرب پر ملے تو میں نے پوچھا کہ آپ کہاں چلے گئے تھے تو بتلایا کہ میں بہشتی مقبرہ دعا کرنے گیا تھا۔ میں نے کہا کہ ہم صبح تو دعا کر کے آئے تھے تو مسکرا کر خاموش ہو گئے۔ مجھے ایسا لگا کہ صبح جو ہم نے مل کر دعا کی تھی اس سے آپ پوری طرح مطمئن نہیں ہوئے اور شاید آپ کا جو خدا کے حضور دعا کرنے کا علیحدگی میں جو غیر معمولی طریق تھا جس کے مطابق آپ میری موجودگی میں دعا نہیں کر پائے اور دل بے چین رہا اور پھر موقع پا کر تنہائی میں دوبارہ دعا کرنے چلے گئے۔ آپ ایک لمبا عرصہ تک ضلع لیہ، راجن پور اور مظفر گڑھ میں بطور انسپکٹر تعینات رہے جو کہ ہمارے رہائشی گاؤں سے کافی دور دراز علاقہ ہے۔ ان اضلاع کے صحرائی علاقوں میں سائیکل پر بھی سفر کرنا پڑتا اور بعض دفعہ ریتلے علاقہ میں سائیکل سے اتر کر اسے ساتھ پکڑ کر بھی سفر کرنا پڑتا۔ سفر کے دوران ضلع لیہ میں ان کو ایک بس کا حادثہ بھی پیش آیا۔ مجھے اس کا علم ہوا تو جب میں ان سے ملا اور ہمدردی کے رنگ میں یہ کہا کہ اب جب بھی میں ربوہ جاؤں گا تو ناظر صاحب بیت المال سے یہ درخواست کروں گا کہ میرے بھائی کی تعیناتی اب گھر سے قریبی علاقہ میں کر دیں۔ آپ میرے اس ہمدردی کے اظہار کو سن کر انتہائی جذباتی انداز میں بولے کہ براہ مہربانی آپ نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کرنی۔ میں وقف زندگی ہوں جماعت جہاں چاہے اور جتنی دور چاہے میری ڈیوٹی لگا دے مجھے منظور ہے۔ میں ان کا یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا اور مجھے خوشی ہوئی کہ انہوں نے مجھ پر بھی وقف کی اہمیت واضح کر دی۔‘‘

ان کے بڑے بھائی مکرم محمد انور چٹھہ صاحب حال مقیم جرمنی نے اس

طرح ذکر کیا کہ ”اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت اچھی آواز عطا کی تھی اور آپ قرآن پاک کی تلاوت خوش الحانی سے کرتے تھے اور اجلاسات کے مواقع پر تلاوت کرتے اور حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام اور کلام محمود سے نظمیں پڑھتے تھے۔ جب تک لاؤڈ سپیکر پر اذان اور درس القرآن کی اجازت تھی تو آپ پورا رمضان اپنے گاؤں کی مسجد میں روزانہ نماز ظہر کے بعد قرآن پاک کا ایک پارہ باترجمہ تلاوت کرتے اور اس کی مختصر تفسیر سمجھاتے تھے۔ اور اتنی خوش الحانی سے تلاوت کرتے کہ سب سننے والے اس سے محظوظ ہوتے۔ آپ کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی بہت فکر ہوتی تھی۔ شہید نے خاکسار سے 2005ء میں ذکر کیا عزیزم عبدالحئی نے میٹرک کا امتحان پاس کر کے انٹرمیڈیٹ میں داخلہ لے لیا ہے۔ آپ نے مجھے بڑی حسرت سے کہا کہ میں اِس کو جامعہ احمدیہ میں داخل کرانا چاہتا تھا اور اس نے کالج میں داخلہ لے لیا ہے۔ یقیناً شہید مرحوم نے اپنے بیٹے کے لئے دعائیں کی ہوں گی کہ آخر عزیزم نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخلہ لے لیا۔ تب شہید نے مجھے بتایا کہ ان کو اتنی خوشی ہوئی ہے کہ زندگی کا مقصد پورا ہوگیا ہے۔ آپ گاہے بگاہے جامعہ میں جاکر اساتذہ سے عزیزم کی پڑھائی کے بارہ میں پوچھتے اور خوش ہوکر مجھے بتاتے تھے کہ اساتذہ میرے بیٹے کی پڑھائی سے مطمئن ہیں۔

مکرم محمد غضنفر چٹھہ صاحب شہید انتہائی مہمان نواز اور مہمانوں کے ساتھ بہت عزت و احترام اور شفقت کا سلوک کرنے والے انسان تھے۔ آپ مہمانوں کے آنے سے بہت خوش ہوتے اور ان کی بھرپور خدمت کرتے تھے۔ آپ مہمانوں کو اپنے علاقہ کی سیر کرواتے اور اپنے رشتہ داروں سے تعارف کرواتے تھے۔“

آپ کے بھتیجے مکرم منصور احمد مبشر صاحب اپنے شہید چچا کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ ”آپ کو نظام جماعت سے اس قدر وابستگی تھی کہ خود تو واقف زندگی تھے اور جماعت کی خدمت بجالارہے تھے لیکن آپ کو اپنے اکلوتے بیٹے کو بھی وقف کرنے کی شدید خواہش تھی جس کے لیے آپ ہروقت خود بھی دعائیں کرتے تھے اور دوسروں کو بھی گاہے بگاہے دعا کا کہتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ مقامی جماعت ضلع وہاڑی میں نماز جمعہ پڑھا رہے تھے خطبہ جمعہ انتہائی پر جوش دیا اور خطبہ ثانیہ کے دوران آپ نے کہا کہ میں احباب سے دعا کی درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ میرا بیٹا جامعہ میں داخلہ کے لیے ربوہ جانے والا ہے احباب دعا کریں۔ چچا جان کی درخواست دعا کے الفاظ اس وقت تو میں آسانی سے بیان کرگیا ہوں لیکن اس موقع پر آپ کے منہ سے الفاظ بمشکل نکل رہے تھے کیونکہ آپ ان الفاظ کی ادائیگی کے دوران فرطِ جذبات سے رونے لگے اور آپ کی غیر معمولی جذباتی حالت دیکھ کر میری آنکھیں بھی تر ہوگئیں تھیں۔“

آپ کی اہلیہ مکرمہ طاہرہ فردوس صاحبہ اپنی وفات سے پہلے کہا کرتی تھیں کہ ”آپ دیگر عزیز و اقارب اور دوست احباب کے ساتھ بھی نہایت اچھا سلوک کرتے تھے کیونکہ ملنساری آپ کا خاص وصف تھا اور اس کی وجہ سے آپ پورے خاندان میں نمایاں تھے۔ جب بھی کوئی خوشی یا غمی کا موقع ہوتا تو اس میں ضرور شریک ہوتے تھے۔ خاندان میں جب کسی لڑکی کی شادی ہوتی تو رخصتی میں ضرور شامل ہوتے اور قرآن مجید کا تحفہ دیتے تھے۔ آپ نے اپنے بیوی بچوں کی نگہداشت کے ساتھ ساتھ اپنے والدین کی بھی بہت خدمت کی جس کا اندازہ مجھے اس بات سے بھی ہوا کہ جب آپ دورہ پر ہوتے تو خط میں ہمیشہ سب سے زیادہ اپنے والدین کے بارے میں پوچھتے اور ان کی خدمت اور دیکھ بھال کی تلقین کرتے۔ اور لکھتے کہ میں تو خدمت دین میں مصروف ہوں لیکن تم میرے بزرگ والدین کا میری غیر موجودگی میں خیال رکھا کرو۔ آپ کے اکثر بہن بھائی بیرون ملک رہتے ہیں اس لئے جب بھی پاکستان آتے تھے تو آپ زیادہ سے زیادہ وقت ان کے ساتھ گزارنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ بچوں سے بے پناہ پیار، محبت اور شفقت کا سلوک کرتے اور ان کی تربیت پر بھی بہت زور دیتے کہ ان کو ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والا بنانا اور دینی تعلیم پر زور دینے کی تلقین کرتے اور کہتے کہ بچوں میں خلافت کی محبت پیدا کرنا۔“

میرے ابا جان محترم شہید کا جماعت کے ساتھ نہایت اخلاص و وفا کا تعلق تھا۔ آپ نظام جماعت کے خلاف کوئی بات سننا گوارہ نہیں کرتے تھے۔ آپ جماعتی کام میں ہرطرح کی سفری مشکلات اور موسم کی سختی سے نہیں گھبراتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ خدمت دین سے بہتر کوئی مقصد حیات نہیں ہے۔ آپ جماعت پر کوئی بوجھ ڈالنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ہم سب بہن بھائی اپنے گاؤں سے ایک لمبا سفر کرکے شہر میں کالج جاتے تھے لیکن ربوہ میں کوارٹر کی درخواست اس لیے نہیں دی کہ ہمارے پاس تو گاؤں میں اپنا گھر ہے لیکن جن کا گھر نہیں ہے ان کا حق نہ مارا جائے۔ آپ نے ہمارا لمبا سفر کرکے کالج جانا پسند کیا مگر جماعت پر بوجھ ڈالنا پسند نہیں کیا۔

آپ کا اپنے سب بچوں کے ساتھ بہت ہی شفقت بھرا اور دوستانہ تعلق تھا۔ ان میں سے ہر ایک کو یہی لگتا تھا کہ ابو سب سے زیادہ اس سے پیار کرتے ہیں۔ جب بھی ان میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ کو بہت فکر ہوتی اور فوراً ڈاکٹر کے پاس لے جاتے اور پھر ساری ساری رات جاگ کر ہمارے لیے دعا کرتے تھے۔ اگر جماعتی دورہ پر ہوتے تو فون کرکے پوچھتے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا فلاں بچہ بیمار ہے اور حقیقت میں ایسا ہی ہوتا تھا پھر بار بار فون کر کے طبیعت کے بارہ میں پوچھتے رہتے تھے۔

آپ کی ہمشیرہ مکرمہ شاہدہ تسنیم طاہر صاحبہ بیان کرتی ہیں:

آپ بہت ہی نیک، شریف النفس اور بہت نرم دل انسان تھے۔ آپ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ بہت پیار اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ میں اکثراوقات بیمار رہتی ہوں اس لیے جب بھی آپ جماعتی دورے پر جاتے تو ہمیشہ مجھ سے مل کر جاتے تھے اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے مجھ ہی ملنے آتے تھے۔ آپ جب بھی میرے گھر آتے تو تحفے کے طور پر کچھ نہ کچھ ضرور لاتے تھے۔

آپ اپنے والدین کے فرمانبردار اور رشتہ داروں میں ہردلعزیز تھے۔ شہادت کے بعد غیر از جماعت عورتوں نے بھی آپ کا ذکر خیر کیا اور ایک عورت نے کہا کہ یہ شخص پکا جنتی ہے کیونکہ اس جیسا نیک انسان ہم نے نہیں دیکھا۔ آپ جب بھی جماعتی دورے سے واپس آتے تو والدہ صاحبہ کے پاس بیٹھ جاتے اور بڑے پیار سے ان کے ہاتھ میں پیسے دیتے اور ساتھ ساتھ مسکراتے ہوئے کہتے کہ یہ پیسے بہت برکت والے ہیں انہیں رکھ لیں۔ حالانکہ ہماری والدہ صاحبہ کے پاس پیسے کی کوئی کمی نہیں تھی اس کے باوجود ہر ماہ اپنی خوشی سے اپنے الاؤنس میں سے کچھ حصہ والدہ صاحبہ کو ضرور دیتے تھے۔

مکرم وسیم احمد چیمہ صاحب سابق امیرو مشنری انچارج تنزانیہ حال مقیم لندن بیان کرتے ہیں: ”مکرم محمد غضنفر چٹھہ صاحب شہید ہم سے دو سال جونیئر تھے مگر آپ کے چچا زاد بھائی مکرم چوہدری محمد افضل چٹھہ صاحب ہمارے کلاس فیلو تھے جس کی وجہ سے میرا آپ کے ساتھ پہلے دن سے ہی ایک تعلق پیدا ہوگیا اور بعد میں بھی خدا کے فضل سے یہ تعلق قائم رہا۔ آپ درجہ ثالثہ تک جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم رہے۔ آپ بہت ہی مخلص، ملنسار، صاف طبع اور نفیس انسان تھے۔ کبھی بھی کسی سے کوئی جھگڑا وغیرہ نہ ہوا۔ آپ کو پڑھائی کا بہت شوق تھا اور کلاس میں بہت محنت کرتے تھے۔ آپ بہت ہی عبادت گزار تھے اور کئی مرتبہ خاکسار کے ساتھ صحبت صالحین کے لیے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد، صحابہ حضرت مسیح موعودؑ حضرت چوہدری علی محمدؓ صاحب بی اے بی ٹی اور حضرت محمد حسین صاحبؓ سبز پگڑی والے کے گھر گئے۔ علاوہ ازیں اپنے اساتذہ کے ساتھ بھی آپ کا بہت ادب کا تعلق تھا۔ آپ کے گھر تین یا چار بار مہمان بننے کا موقع ملا ہے آپ بہت ہی مہمان نواز انسان تھے۔

بعض وجوہات کی بناء پر مکرم محمد غضنفر چٹھہ صاحب شہید مربی تو نہ بن سکے چونکہ ان میں اور ان کے سب بھائیوں میں جماعت کی خدمت کا ایک خاص جذبہ تھا۔ لہٰذا جامعہ احمدیہ سے فراغت کے بعد بھی کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت میں مصروف رہے اور بعد میں بطور واقف زندگی نظارت بیت المال میں انسپکٹر بیت المال کی حیثیت سے ایک نئے جذبے اور ولولے کے ساتھ جماعت کی خدمت میں مصروف ہوگئے اور جماعتی خدمات بجالاتے ہوئے ہی شہادت کا درجہ بھی پا یا۔ محترم محمد غضنفر چٹھہ صاحب شہید کو شوق تھا کہ وہ مربی بنیں اور جماعت کی خدمت کریں۔ وہ خود تو مربی نہ بن سکے لیکن اپنے اکلوتے بیٹے کو جامعہ میں داخل کروایا اب وہ خدا کے فضل سے جامعہ سے پاس ہوکر مربی سلسلہ احمدیہ کے طور پر خدمات بجالا رہا ہے یہ محترم محمد غضنفر چٹھہ صاحب شہید کا ایک جذبہ تھا۔ شوق تھا بلکہ ایک جنون تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جذبہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا انہیں شہادت کے مقام سے نوازا اور ان کے بیٹے کو مربی سلسلہ کے طور پر خدمت کی توفیق دی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

شہید مرحوم مربیان کی بہت عزت کیا کرتے تھے اور دورہ کے دوران صدر جماعت کی بہت عزت کرتے اور ان کے مشورہ کے مطابق جماعت میں دورہ کرتے تھے۔ اسی طرح امیر صاحب ضلع کے ساتھ بھی بہت پیار، محبت اور اطاعت کا تعلق ہوتا تھا اور ان کی رائے کے مطابق جماعتوں میں دورہ کا شیڈول بناتے تھے اور ان کی مرضی شامل کرتے تھے تا کہ کام میں برکت پڑ جائے۔ آپ کا اپنے ساتھی انسپکٹران کے ساتھ بہت پیار اور محبت کا تعلق تھا ان کے خلاف کوئی بات سننا گوارہ نہ کرتے تھے۔ اگر کسی دوسرے شعبہ کا انسپکٹر آجاتا تو اس کا بہت خیال رکھتے تھے اور بڑی شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے۔

مکرم طارق محمود جاوید صاحب سابق امیر سیرالیون شہید کے بارہ

میں بیان کرتے ہیں:

آپ اکثر ذکر کیا کرتے تھے کہ میں خود تو مربی نہیں بن سکا اب اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹے سے نوازا ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ مربی بن جائے تا کہ جو میری خواہش تھی وہ میرے بیٹے کے رنگ میں پوری ہو جائے۔ اور جب بھی ملاقات ہوتی تو مجھے دعا کے لیے کہا کرتے تھے اور خاکسار کو یہی کہتے کہ بیٹے کے لیے حضور پُرنور کی خدمت میں دعا کے لیے خط ضرور لکھتے رہا کریں کیونکہ حضور پُرنور کی دعاؤں اور رہنمائی سے ہی ہر کام میں برکت اور بہتری واقع ہوتی ہے۔ ابھی جامعہ احمدیہ سے بیٹے کی پڑھائی مکمل نہ ہوئی تھی کہ خود جام شہادت نوش کر گئے۔ انسپکٹر بیت المال ہونے کے ناطے سے جماعت کے پیسوں کا حساب بڑی محنت اور دیانت داری سے تیار کرتے تھے اور اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ جو رقوم جماعتوں کے پاس جمع ہوں وہ وقت پر مرکز پہنچ جانی چاہئیں اور اپنی رپورٹس میں بھی اس بات کا ذکر کرتے کہ فلاں جماعت میں اتنی رقم ہے تا کہ رقوم کی مرکز میں منتقلی میں تاخیر نہ ہوجائے۔

مکرم محمد غضنفر چٹھہ صاحب شہید کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ تبلیغ کریں تا کہ شاید ان کے ذریعہ کوئی سعید روح ہدایت پا جائے۔ آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ دورہ جات کے دوران زیادہ سے زیادہ غیر احمدی دوست بنائیں تا کہ انہیں تبلیغ کر سکیں اور انہیں صراط مستقیم کی طرف لانے کا ذریعہ بنیں۔

مکرم محمد غضنفر چٹھہ صاحب شہید سے خاکسار کا تعلق 1972ء میں جامعہ احمدیہ میں شروع ہوا۔ جامعہ احمدیہ کی تعلیم جاری نہ رکھ سکے لیکن اپنے وقف کو قائم رکھنا چاہتے تھے اور یہ کہتے رہے کہ اگر جامعہ میں پڑھ نہیں سکا تو کیا ہوا واقف زندگی تو ہوں جو بھی خدمت مل جائے بہرحال جماعت کی ہی خدمت کروں گا۔ آپ کی زمینیں بھی تھیں اور بھائی اور عزیز و اقارب باہر چلے گئے آپ بھی جا سکتے تھے لیکن جب بھی میرے ساتھ ملاقات ہوئی اسی خواہش کا اظہار کیا کہ واقف زندگی ہوں کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا اور خواہش کو پورا کیا اور بطور انسپکٹر بیت المال خدمت کی توفیق ملی اور اسی ڈیوٹی پر دورے کے دوران ان کو نامعلوم افراد نے امیر صاحب ضلع کے دفتر کے راستے میں حملہ کیا اور آپ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔

مکرم محمد غضنفر چٹھہ صاحب شہید کی طبیعت بہت سادہ اور مزاج بہت نرم تھا۔ کوئی غصہ سے بھی بات کرتا تو ہنسی اور مذاق میں جواب دیتے یا خاموشی سے چلے جاتے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے آپ نے کبھی غصہ سے کسی بات کا جواب نہیں دیا بلکہ نہایت پیار، بردباری اور تحمل سے جواب دیتے تھے۔ آپ نے اپنا لباس بہت سادہ رکھا اور زیادہ تر شلوار قمیص اور ویسٹ کوٹ پہنا کرتے تھے۔ دورے کے دوران میں نے دیکھا ہے کہ اگر کپڑے دھونے والے ہو جاتے تو نماز عشاء کے بعد جب تمام لوگ چلے جاتے تو آپ کپڑے دھو کر لٹکا دیتے تا کہ صبح تک خشک ہو جائیں کیونکہ ان کو یہ خیال رہتا کہ جماعت کا نمائندہ ہوں اور جماعت کی نمائندگی میں جاتا ہوں اس لئے لباس صاف ستھرا ہونا چاہئے۔ 2003ء سے خاکسار بھی نائب ناظر بیت المال آمد مقرر ہوا تو ان کے علاقہ میں بھی دورے پر جانے کا موقع ملتا رہا بہت خوشی سے ملتے تھے اور دفتر سے متعلقہ تمام امور بیان کرتے اور مشکلات کا ذکر کیا کرتے تھے۔

مکرم محمد غضنفر چٹھہ صاحب شہید کا اپنے اساتذہ کے ساتھ نہایت ادب و احترام کا تعلق تھا۔ شہید جامعہ احمدیہ کی تعلیم کے دوران اساتذہ کے ساتھ نہایت ادب واحترام سے ملتے تھے اور بزرگ اساتذہ کی باتوں کو یاد رکھتے تھے۔

مکرم طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ صاحب جنہیں اسیر راہ مولا رہنے کا شرف بھی حاصل ہوا اور آجکل بطور مینیجر الفضل انٹرنیشنل لندن خدمات کی توفیق پا رہے ہیں مرحوم کے کلاس فیلو اور دوست بھی تھے تحریر کرتے ہیں:

’’خاکسار 1972ء میں جامعہ داخل ہوا تو مکرم محمد غضنفر صاحب چٹھہ سے تعارف ہوا۔ ہم کلاس فیلو بھی تھے۔ نماز کے پابند، وقت کی پابندی کرنے والے، دعا گو، مطالعہ میں مگن، شرافت میں بے مثال اور سب سے ہمدردی کرنے والے انسان تھے۔ اپنے کام میں مگن اور محنتی انسان اور صفائی پسند تھے۔ اپنے گاؤں سے گڑ، دیسی چینی اور شکر لے کر آتے۔ مکرم چٹھہ صاحب سے مشروب کے لئے چینی شکر مل جاتے۔ مہمان نواز تھے۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آتے۔ انہیں اکثر عبادت اور دعا میں مشغول پایا۔ خلافت سے محبت کرنے والا اور وفا کرنے والا وجود تھا۔ جامعہ میں بھی ان کا عبادت کا طریق مثالی تھا۔ انہی نیک اوصاف کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کو شہادت کے رتبہ سے سرفراز کیا۔ اللہ ان کو غریق رحمت کرے ان سے مغفرت کا سلوک کرے اور ان کی اولاد کو ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے آمین۔

عمر میں بڑا ہونے کی وجہ سے اکثر رہنمائی کرتے۔ اپنے حال میں مصروف رہتے۔ قانون کی پابندی کرنے والے، اساتذہ کا ادب و احترام کرنے والے، کمال کے حوصلہ والے اور مستقل مزاج تھے۔ 1985ء میں میں گوجرہ میں تھا تو وہاں دورہ پر تشریف لائے۔ چندہ جات کی پڑتال پر عبور حاصل تھا۔ قواعد کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے۔

کبھی کبھار میرے گھر تشریف لاتے میں نہ بھی ہوتا تو میرے والد صاحب کے پاس بیٹھ جاتے اور کچہری کا حق ادا کرتے۔ میں 2006ء میں افریقہ سے پاکستان آیا تو میرے گھر تشریف لائے افریقہ کے حالات اور میری فیملی کے متعلق پوچھتے رہے۔ مجھے اپنے گاؤں آنے کی دعوت دیتے مگر افسوس کہ میں نہ جا سکا۔ اللّٰھم اغفرہ وارحم۔‘‘

مکرم حنیف محمود ایڈیٹر روزنامہ الفضل آن لائن لندن، مکرم غضنفر چٹھہ شہید کی سیرت بارے لکھتے ہیں کہ شہید بھائی جامعہ میں خاکسار کے نہ صرف کلاس فیلو تھے بلکہ شجاعت گروپ میں بھی ہم دونوں اکٹھے تھے۔ جس کی وجہ سے بہت اُنس اور محبت کا تعلق تھا۔ آپ کے چہرہ پر ایک خاص قسم کی مسکراہٹ ہر وقت دیکھنے کو ملتی۔ اگر کوئی کولیگ ان کی سادہ طبیعت کے پیش نظر ان سے مذاق وغیرہ کرتا تو بُرا منانے کی بجائے ہنس دیا کرتے تھے۔ گو آپ مربی نہ بن پائے لیکن خاکسار کے مربی بننے کے بعد محبت، انسیت اور دوستی کا تعلق قائم رکھا بلکہ مربی ہونے کے لئے پہلے سے بڑھ کر محبت اور پیار سے ملا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔ آمین

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے 21/ نومبر 2008ء کے خطبہ جمعہ میں شہید مرحوم کا ذکر خیر فرمایا اور غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’دوسرا جنازہ مکرم محمد غضنفر چٹھہ صاحب کا ہے۔ آپ بورے والا میں نظارت بیت المال پاکستان کی طرف سے انسپکٹر بیت المال تھے۔ 18/ نومبر (2008ء) کو دورے کے دوران جب آپ ضلع وہاڑی کا دورہ کر رہے تھے امیر صاحب کی رہائش گاہ کے قریب دو نامعلوم موٹر سائیکل سوار آئے، ان سے بیگ چھیننے کی کوشش کی اور مزاحمت پر فائر کیا اور یہ شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آپ کی عمر 56 سال تھی۔ آپ کا تعلق بھی وہاڑی سے ہی تھا۔ اس لحاظ سے بھی مَیں اس کو جماعتی شہادت سمجھتا ہوں کہ میرا خیال ہے کہ بیگ میں بھی جماعتی سامان اور چیزیں اور کاغذات تھے اور ہوسکتا ہے رقم بھی ہو۔ اس لحاظ سے ان کی شہادت جماعتی شہادت بھی کہلا سکتی ہے، صرف ڈکیتی کی شہادت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 21/ نومبر 2008ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

ای لائبریری ادارہ الفضل آن لائن

1. اسلامی اصطلاحات کا برمحل استعمال
2. ارشادات حضرت مسیح موعودؑ بابت مختلف ممالک و شہر
3. جماعت احمدیہ کے ذریعے اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں خلافت خامسہ کا عظیم الشان کردار اور معیت الٰہی
4. ذیلی تنظیموں کا تعارف اور ان کے مقاصد
5. ارشادات نور
6. جماعت احمدیہ کا نظام خلافت
7. دعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے
8. قرآنی انبیاء
9. معلمین وقف جدید کے لیے مشعل راہ
10. اداریے جلد 1
11. اداریے جلد 2
12. اداریے جلد 3
13. واقعہ افک
14. کتاب تعلیم
15. مجدد دین اسلام تعارف و کارہائے نمایاں
16. میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا
17. حیات نور الدین
18. جامع المناھج والاسالیب
19. مقام وعظمت خلافت
20. الفضل کی اہمیت، افادیت اور قلم کے استعمال کی ترغیب
21. مسز ناصر کی کہانی مسز ناصر کی زبانی
22. قرآن کی سورتوں کا تعارف
23. سیدنا حضرت امیر المؤمنین کا دورۂ امریکہ 2022ء
24. ربط ہے جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
25. سیدنا مصلح موعودؓ
26. دنیا بھر میں احمدیت کی مساجد
27. احمدیت کے چمکتے ستارے
28. لجنۃ اماء اللہ کے سو سال
29. دلچسپ و مفید واقعات و حکایات
30. اپنے جائزے لیں
31. اداریے بابت رمضان المبارک

یہ تمام کتب اس لنک پر پڑھی جا سکتی ہیں: /https://www.alfazlonline.org/adaraykikutub

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

مسعود احمد طاہر۔ نمائندہ الفضل آن لائن گیمبیا

گیمبیا میں قومی یوم صفائی

مؤرخہ 28/ جنوری 2023ء بروز ہفتہ کو گیمبیا میں ملکی سطح پر یوم صفائی منایا گیا۔جس میں حکومتی عہدیداران کی طرف سے ملک کے تمام شہریوں کو اس میں شمولیت کی تلقین کی گئی۔

جماعت احمدیہ جوکہ ملکی قوانین اور ہدایات پرسب سے پہلے عمل کرنے والی ہوتی ہے۔چنانچہ اسی جماعتی روایت کو جاری رکھتے ہوئے گیمبیا کے ایک ریجن لوئر ریور ریجن میں خدام، اطفال اور ناصرات نے یوم صفائی منایا اور اپنی حب الوطنی کا عملی اظہار کیا۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک

ریجن میں چار مختلف جماعتوں میں مقامی معلمین اور قائدین کی مدد سے خدام و اطفال و ناصرات نے مختلف مقامات کی اجتماعی صفائی کی۔

ایک مجلس مانسا کونکو میں خدام واطفال نے جماعتی سکول، طاہر احمدیہ مسلم سینئر سیکینڈری سکول کے تمام واش رومز و ٹائلٹس دھوئے اور سکول میں موجود مسجد کی بھی تفصیلی صفائی کی۔جبکہ ناصرات نے صدر لجنہ کی نگرانی میں مشن ہاؤس کے اندرونی حصہ کی صفائی کی۔

ایک مجلس یوروجولا میں اطفال نے مقامی معلم صاحب کے ساتھ مل کر سڑک، گاؤں کے پانی کی رسائی کی جگہ، مشن ہاؤس اور مسجد کی صفائی کی۔

ایک مجلس سینچو جیگنڈی میں خدام اور اطفال نے کی صفائی کی اور گاؤں کے اندر اور گاؤں کے چاروں اطراف کواچھی طرح صاف کیا۔

اسی طرح ایک مجلس سینچو گُنڈو میں بھی خدام واطفال نے معلم صاحب کی نگرانی میں وقارعمل میں حصہ لیا اور سڑک سے مشن ہاؤس جانے والے راستہ کی اور گردونواح کی صفائی کی۔

ان تمام جگہوں میں کل 44 خدام، 32 اطفال اور 32 ناصرات نے حصہ لیا۔ یوں مجموعی تعداد 108 رہی۔ جبکہ وقارعمل کا دورانیہ کل ملا کر ساڑھے پانچ گھنٹے رہا۔

احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ ادنیٰ کاوش قبول فرمائے اور مزید خدمت کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

فقہی کارنر

تبدیل اخلاق کے متعلق دو مذہب

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: حکماء کے تبدیل اخلاق پر دو مذہب ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو یہ مانتے ہیں کہ انسان تبدیل اخلاق پر قادر ہے اور دوسرے وہ ہیں جو یہ مانتے ہیں کہ وہ قادر نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کسل اور سستی نہ ہو اور ہاتھ پیر ہلاوے تو تبدیل ہو سکتے ہیں۔ مجھے اس مقام پر ایک حکایت یاد آئی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہتے ہیں کہ یونانیوں کے مشہور فلاسفر افلاطون کے پاس ایک آدمی آیا اور دروازہ پر کھڑے ہوکر اندر اطلاع کروائی۔ افلاطون کا قاعدہ تھا کہ جب تک وہ آنے والے کا حلیہ اور نقوش چہرہ کو معلوم نہ کر لیتا تھا اندر نہیں آنے دیتا تھا۔ اور وہ قیافہ سے استنباط کر لیتا تھا کہ شخص مذکور کیسا ہے کس قسم کا ہے۔نوکر نے آ کر اس شخص کا حلیہ حسب معمول بتلایا۔ افلاطون نے جواب دیا کہ اس شخص کو کہہ دو کہ چونکہ تم میں اخلاق رذیلہ بہت ہیں میں ملنا نہیں چاہتا۔ اس آدمی نے جب افلاطون کا یہ جواب سنا تو نوکر سے کہا کہ تم جا کر کہہ دو کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ٹھیک ہے مگر میں نے اپنی عادات رذیلہ کا قلع قمع کر کے اصلاح کر لی ہے۔ اس پر افلاطون نے کہا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس کو اندر بلایا اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ اس سے ملاقات کی۔جن حکماء کا یہ خیال ہے کہ تبدیل اخلاق ممکن نہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ملازمت پیشہ لوگ جو رشوت لیتے ہیں جب وہ سچی توبہ کر لیتے ہیں پھر اگر ان کو کوئی سونے کا پہاڑ بھی دے تو اس پر نگاہ بھی نہیں کرتے۔

(ملفوظات جلد اول 2016ء ایڈیشن صفحہ 118-119)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایڈیٹر کے نام خط

مکرم ڈاکٹر نصیر احمد طاہر۔ یوکے لکھتے ہیں:

الفضل آن لائن کی 32 ویں کتاب ’’اداریے بابت رمضان المبارک‘‘ بہت عمدہ کاوش ہے اور قارئین الفضل کے لئے رمضان المبارک سے قبل نایاب تحفہ اور مشعل راہ ہے۔

ادارہ الفضل آن لائن کا روزانہ کا اخبار ہو یا مجموعہ مضامین کتب کی صورت میں، بہت اعلیٰ معیار کے حامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام کارکنان اور مدیر صاحب کو جزائے خیر سے نوازے اور قارئین کو بھی مزید قدر دان بنائے۔یہ شکر گزاری کا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک سے قبل ایک نئی روحانی پیدائش دے۔ اس نویں اسلامی مہینہ کے بعد عید کے دن سے پہلے ہی ہماری تمام سابقہ کوتاہیاں معاف فرما کر پہلے سے بڑھ کر تقوی کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے نصیب فرمائے۔ دعا ہے کہ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ہمارے ذہنوں سے چھائے تفکرات کے بادل ہٹائے اور ہمیں اپنی رحمت سے سیراب کرے۔ آمین

ایک سبق آموز بات

خیالات

اپنے خیالات کی حفاظت کریں کہ خیالات الفاظ بنتے ہیں اور الفاظ عمل بن جاتے ہیں اور عمل کردار بن جاتا ہے اور کردار انسان کی پہچان بن جاتا ہے۔

مرسلہ: شکیل احمد طاہر۔ قادیان

طلوع وغروب آفتاب

13/ مارچ 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:15	18:29
مدینہ منورہ	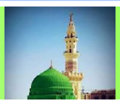	05:16	18:30
قادیان		05:21	18:35
ربوہ		05:01	18:15
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:53	18:03